بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنتِ صدیق آرامِ جانِ نبی
اس حریمِ براءت پہ لاکھوں سلام

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے نکاح سے متعلق شکوک و شبہات کا ازالہ کرنے والی کتاب

نکاحِ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اسباب اغراض اور فوائد

بقلم

کمال احمد علیمی نظامی

استاذ و مفتی دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بنت صدیق آرام جان نبی
اس حریم براءت پہ لاکھوں سلام

ام المومنین، سیدہ عائشہ صدیقہ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے متعلق شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے والی کتاب

نکاح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

[اسباب، اغراض اور فوائد]

بقلم

کمال احمد علیمی نظامی

استاذ ومفتی دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، ضلع بستی

تقدیم

مولانا غلام سید علی علیمی نظامی

استاذ دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور

ناشر

مبلغ اسلام ریسرچ سنٹر، ممبئی، انڈیا

تفصیلات

نام کتاب : نکاح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

بقلم : کمال احمد علیمی نظامی، دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی، ضلع بستی

حسب فرمائش: شفیق ملت، حضرت علامہ مفتی شفیق الرحمٰن مصباحی عزیزی مدظلہ العالی
مفتیٔ اعظم ہالینڈ، وسربراہ اعلیٰ دارالعلوم علیمیہ، جمد اشاہی۔

تصحیح : مفتی محمد طیب علیمی نظامی، استاذ دارالعلوم علیمیہ، جمد اشاہی

تقدیم: مولانا غلام سید علی علیمی علیگ، دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور۔

کمپوزنگ : مولانا عبدالجبار علیمی نیپالی، جمد اشاہی، بستی

سنہ طباعت: ۱۴۴۳ھ/ ۲۰۲۲ء

صفحات :

ناشر : مبلغ اسلام ریسرچ سنٹر، ممبئی، انڈیا

❁❁❁

ملنے کے پتے:

① مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر، جمد اشاہی، بستی، یوپی

② رضا اکیڈمی، ممبئی

③ کتب خانہ امجدیہ، دہلی

④ واسطی فاؤنڈیشن، دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور

فہرست

تقریظ جلیل

معین المشائخ، حضرت علامہ سید معین الدین اشرفی الجیلانی،

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت مخدوم اشرف کچھوچھہ شریف، وصدر سنی جمعیت علماے ہند

❁❁❁

ہمارے نانا جان، جان ایمان، سید عالم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات کے سب سے پاک دامن اور زہد وتقوی والے انسان گزرے ہیں، آپ کی عفت و پاک دامنی کی شہادت غیروں نے بھی دی ہے، جانی دشمنوں کو بھی لاکھ کوشش کے باوجود پوری حیات طیبہ میں کہیں بھی آپ کی سیرت وکردار پر انگلی رکھنے کی جگہ نہیں ملی، اعلان نبوت سے قبل چالیس سال اور اس کے بعد تئیس سالہ زندگی صاف وشفاف آئینے کی مانند بے داغ ہے، اسی لیے خالق کائنات نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے آئیڈیل قرار دیا۔

ہم سب کی ماں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کو لے کر کچھ لوگوں نے مادر وطن ہندوستان کی پر امن فضا کو مکدر کرنے کی کوشش کی ہے جو سراسر ہندوستانی آئین کے خلاف ہے، اس لیے ضرورت تھی کسی ایسی کتاب کی جو اس مبارک نکاح سے متعلق شکوک وشبہات کا ازالہ کرے، خدا بھلا کرے دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی انڈیا کے موقر استاذ حضرت مفتی کمال احمد علیمی نظامی کا کہ انہوں نے اس طرف توجہ فرمائی اور نہایت قلیل مدت میں ایک نہایت مدلل، مفصل اور تحقیقی کتاب لکھ کر معترضین کا منہ بند کر دیا، یہ کتاب کسی کو تکلیف پہنچانے کے لیے نہیں بلکہ احقاق حق کے لیے لکھی گئی ہے، اسی لیے اس کا اسلوب نہایت معروضی اور غیر جانب داری والا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔

سید معین الدین اشرفی الجیلانی
سجادہ نشین آستانہ حضرت مخدوم اشرف کچھوچھہ شریف
وصدر آل انڈیا سنی جمعیت علمائے ہند

کلمات خیر

شفیق ملت، حضرت علامہ مفتی محمد شفیق الرحمٰن عزیزی، مصباحی مفتی اعظم ہالینڈ

زیر مطالعہ کتاب ''نکاح سیدہ عائشہ'' سرور کائنات، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ اور محرم راز سید المرسلین، محبوبہ محبوب رب العالمین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح سے متعلق نہایت سنجیدہ اور مدلل کتاب ہے، جس کے مصنف حضرت علامہ مفتی کمال احمد علیمی نظامی ہیں جو دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے قابل فخر استاذ ہیں۔

ماشاءاللہ آپ کا قلمی کمال اب دنیائے سنیت میں اکابر واصاغر سے خراج تحسین وصول ر رہا ہے، رب متعال نے آپ کو بڑی خوبیوں سے سرفراز کیا ہے، آپ جس موضوع پر لکھتے ہیں اس کا تحقیقی حق ادا ردیتے ہیں، ذہن اخّاذ اور قلم سیّال ہے، کم مدت میں کئی ایک اہم عناوین پر آپ نے بروقت خامہ فرسائی کر کے وقت کے تقاضوں کو پورا فرمایا ہے۔

مصنف کتاب نے نہایت قلیل مدت میں محنت ومشقت کر کے اس تحقیقی کتاب میں اس امر کو منقح کر دیا ہے کہ اس بابرکت نکاح کی بنیاد نفسانی خواہش نہیں بلکہ امت مسلمہ کی فلاح وبہبود پر تھی، اور اس طرح کا نکاح اس زمانے میں بلکہ عصر حاضر میں بھی کوئی عیب وعار کی بات نہیں، ساتھ ہی تعدد ازواج کے اغراض ومقاصد پر بھی اجمالی طور سے روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

تعدّد ازواج یا نکاح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے باب میں سب سے موثر جواب خصائص مصطفیٰ کو پیش کرنا ہے اور نہایت موثر انداز میں اس خصوص کو بیان کرنا کہ آقائے کریم کی ذات مافوق الفطرت ہستی ہے، اور ان کا ہر فعل وعمل ان کے مولی کے حکم پہ ہوتا ہے۔ آج کا جنسیت زدہ انسان نبیوں اور رسولوں کو بھی اپنی طرح سمجھتا ہے اور ان کے فعل وعمل کو اپنے پر قیاس کرتا ہے، اسی وجہ سے ان مقدس ومعزز شخصیات پر زبان طعن دراز کرنے کی جسارت کرتا ہے جو کسی بھی امن پسند سماج کے لیے حد درجہ مضر ہے۔

اس کتاب میں الزامی طور سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ دوسرے مذاہب میں بھی کم سنی میں نکاح کا رواج تھا اس لیے خاص مذہب اسلام کو نشانہ بنانا نہایت افسوس کی بات ہے۔

مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر ممبئی ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی اس کتاب کا انگلش اور ہندی ایڈیشن منظر عام پر لانے کا ارادہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ مصنف کتاب کو دارین کی سعادتوں سے بہرہ ورفرمائے۔

محمد شفیق الرحمٰن مصباحی عزیزی

سربراہ اعلیٰ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی یوپی انڈیا

❁❁❁

تاثر جمیل

قائد قوم وملت، محافظ ناموس رسالت، حضرت الحاج محمد سعید نوری صاحب
بانی وسرپرست رضا اکیڈمی۔ ممبئی

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف دینی و دنیوی مقاصد کے تحت نکاح فرمایا، جس پر اس زمانے میں نہ کسی نے اعتراض کیا نہ ہی اسے عیب و عار کی بات قرار دی، تاریخ شاہد ہے کہ جس وقت نبی کریم علیہ السلام نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اس وقت اور اس کے بعد بھی تاحیات آپ داخلی و خارجی دشمنوں سے نبردآزمار ہے، دشمنوں نے آپ کی ذات پر طرح طرح کے بے جا الزامات لگائے، حتی کہ آپ کو قتل کرنے کی ناپاک کوشش بھی کی، مگر پوری تاریخ میں کہیں بھی اس نکاح کو لے کر کوئی اعتراض یا طعن و تشنیع دیکھنے کو نہیں ملتا، وجہ ظاہر ہے کہ اس دور میں کم عمری میں نکاح ایک عام بات تھی۔

پھر نبی کریم علیہ السلام کی پاک دامنی بھی اہل عرب میں معروف تھی اور یہ بھی معلوم تھا کہ آج تک آپ نے تجرّد و تبتّل اور جس طرح کی زاہدانہ زندگی بسر کی ہے کوئی دوسرا نہیں کرسکتا، اس لیے بھی کسی نے اس بابرکت نکاح کو لے کر آپ پر انگشت نمائی نہیں کی۔

دوسرے مذاہب میں بھی کم سنی میں نکاح کی بہت سی نظیریں ملتی ہیں، اس لیے اس معاملے کو دلیل بنا کر کسی بھی دھرم کے پیشوا کے دامن عزت پر کیچڑ اچھالنا اچھی بات نہیں، اس سے اس مذہب کے پیروکاروں کی دل شکنی ہوتی ہے جو کسی بھی امن پسند معاشرے کے لیے حد درجہ مضر ہے۔

زیر نظر کتاب ''نکاح سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' کی تصنیف کا بنیادی مقصد نبی کریم علیہ السلام اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کو لے کر رائج غلط فہمیوں کا ازالہ ہے اور یہ ثابت کرنا ہے کہ اس طرح کا نکاح کوئی ایسا عمل نہیں جس کی بنا پر کسی بھی معزز شخصیت کی شان میں گستاخی کی جائے۔

کتاب نہایت مدلل، مبرہن اور سنجیدہ اسلوب میں لکھی گئی ہے جس کا اندازہ قارئین کو کتاب پڑھ کر ہو ہی جائے گا۔

اس کے مصنف جواں سال فاضل حضرت مفتی کمال احمد علیمی نظامی استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی انڈیا ہیں، اس سے پہلے بھی مصنف موصوف کی بہت ساری علمی و تحقیقی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت بخشے، رضا اکیڈمی ممبئی سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مومنین کی ماں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے اس کتاب کی اشاعت کو اپنے لیے باعثِ شرف سمجھتی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

اسیر حضور مفتی اعظم ہند (الحاج) محمد سعید نوری غفرلہ
بانی و سرپرست عالمی تنظیم رضا اکیڈمی ممبئی

نذرانۂ عقیدت

ام المومنین،
محبوبہ محبوب رب العالمین،
محرم راز سید المرسلین، غم گسار طٰہٰ و یٰسٓ

حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما

کی بارگاہ میں اس عرض کے ساتھ:

یہ فقط آپ کی عنایت ہے
ورنہ میں کیا مری حقیقت کیا

❁

بارگاہ کرم کا امیدوار:
کمال احمد علیمی نظامی
دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی

انتساب

امام اعظم

ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی

غوث اعظم

سید محی الدین عبدالقادر جیلانی

مجدد اعظم

امام احمد رضا خان قادری بریلوی

مبلغ اسلام

حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی

قائد اہل سنت

شاہ احمد نورانی علیہم الرحمہ

استاذ الاساتذہ، ادیبِ شہیر

حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی مدظلہ العالی

معین العلما

حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرحمہ

خراج عقیدت

ان دو مقدس ہستیوں کی بارگاہ میں....

جن کے صدقے مجھے جامۂ وجود ملا....

میری ہر سانس جن کی مرہون منت ہے....

میں جو بھی ہوں بس انھیں سے ہوں....

میرا جو بھی ہے سب انھیں کا ہے....

جن کی دعاے صبح گاہی اور نالۂ شبی سے میں، میں ہوں....

جن کی خوشی، رب کی خوشی....

جن کی ذات رب کی نعمت....

جن کی مسکراہٹ زندگی کا حاصل....

جن کا دست شفقت سائبان رحمت....

اور جن کی رضا سرمایۂ آخرت ہے....

....یعنی....

میرے والدین کریمین

جو اس دنیا میں میرے لیے سب سے زیادہ اہم اور اکرم ہیں۔ رب رحیم ان کا سایۂ شفقت مجھ پر دراز فرمائے، میری عمر ان کو لگ جائے۔

کمال احمد علیمی نظامی

پیش لفظ

آقائے دو جہاں، فخر زمین وزماں، سیاح لامکاں، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفی ﷺ عالم انسانیت کے لیے ایک آئیڈیل کی حیثیت رکھتے ہیں، جن کی پیروی میں دارین کی سعادتیں پنہاں ہیں، جن کا نقش قدم پوری انسانیت کے لیے مشعل راہ اور جن کی حیات کا ہر پہلو سب کے لیے روشن چراغ ہے، ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (۱)

ترجمہ: (کنزالایمان) بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

خود سرور کائنات کا ارشاد ہے:

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا، وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ(۲)

ترجمہ: تو تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاے راشدین کی پیروی لازم ہے، اس کو لازم پکڑو اور مضبوطی سے اس پر کاربند رہو۔

اسی لیے نبی کریم علیہ السلام نے اس بات کا التزام فرمایا کہ آپ کی کتاب حیات کا ہر صفحہ محفوظ ہو جائے، صحابہ کرام کو ظاہر کے ساتھ باطن، جلوت کے ساتھ خلوت اور مجمع عام کے ساتھ تنہائی میں پیش آمدہ اقوال وافعال کی حفاظت اور پھر ان کو آنے والی امت کے سامنے پیش کرنے کی ترغیب دی۔

انسانی زندگی سے متعلق کچھ ایسے مسائل واحکام بھی ہوتے ہیں جن کو بیان کرنے میں لوگ عموماً شرمندگی محسوس کرتے ہیں، خصوصاً صنف نازک سے متعلق مسائل شرعیہ، عورت اس

---

(۱) الاحزاب:۲۱

(۲) صحيح الترمذي۵/۴۴، ۴۵، باب ما جاء في الأخذ بالسنةواجتناب البدع،سنن ابي داود۲/۱۶۲ باب في لزوم السُنّة

کائنات رنگ و بو میں طبقہ انسانیت کا تقریباً نصف حصہ ہے، اس لیے اس سے متعلق شرعی احکام ومسائل کا ذکر بھی ناگزیر تھا، اس کار خیر کے لیے نبی کریم علیہ السلام نے حکم الٰہی سے جس فرخندہ فال ہستی کا انتخاب کیا وہ ام المومنین، محبوبہ محبوب رب العالمین، محرم راز مصطفی، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذات ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عمر میں نکاح فرمایا جس میں آپ کی عقل مبارک ایک کورے کاغذ کی مانند صاف ستھری تھی اور آپ کی ذات اقدس ہر طرح کے داخلی وخارجی اثرات سے بالکل محفوظ تھی۔

کم سنی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی بنیادی غرض وغایت یہی تھی، اسی لیے کم عمری میں نکاح تو ہوا مگر رخصتی کا عمل نو سال کی عمر میں انجام پذیر ہوا جس عمر میں ایک عورت جسمانی اور ذہنی دونوں طور سے بالغ ہو جاتی ہے۔

یہ بابرکت نکاح اپنے ساتھ بے شمار خیر وبرکت لے کر آیا، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب زیادہ فائدہ امت مسلمہ کو اسی مبارک نکاح سے پہنچا، نصف دین حضرت عائشہ سے منقول ہو کر امت کے رشد وہدایت کا سامان بنا، اس طرح نکاح کے اغراض ومقاصد پورے ہوئے۔

بظاہر یہ شادی کوئی عیب وعار کی چیز نہیں تھی، کیوں کہ عرب سماج میں اس طرح کے نکاح کا رواج تھا، لوگ ماں کے شکم ہی میں اپنے بچوں کا نکاح کر دیا کرتے تھے، آج کے زمانے میں بھی یہ بات عام ہے، ہندوستان میں عہد قدیم سے لے کر ماضی قریب تک بال وواہ کا رواج رہا، اب جا کر قانونی طور سے اس پر پابندی لگائی گئی۔

ماضی کی تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا کے بہت سارے مذاہب میں کم عمری میں نکاح کا تصور ملتا ہے، اس لیے یہ کوئی ایسا عمل نہیں جس کو لے کر کسی بھی مذہب کی معزز ہستی کو طعن وتنقید کا نشانہ بنایا جائے۔

زیر نظر کتاب میں دلائل وشواہد کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک دامنی، نوع بشر میں آپ کی امتیازی حیثیت اور آپ کے قول وعمل کے من جانب اللہ ہونے کو ثابت کر کے یہ واضح کیا گیا ہے کہ اس طرح کا نکاح بالکل جائز اور مصلحت کے تقاضے کے تحت ایک کار خیر تھا، اس لیے اس نکاح کی بنیاد پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عفت مآب ذات پر کیچڑ اچھالنا دانش مندی نہیں ہے۔

کتاب کا اسلوب نہایت معروضی اور سنجیدہ ہے، کسی کا نام لیے بغیر احقاق حق کی کوشش کی گئی ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں جن حضرات نے جس شکل میں امداد فرمائی میں سب کا شکر گزار ہوں، اللہ تعالیٰ سب کو جزاے خیر عطا فرمائے۔

خصوصاً معین المشائخ حضرت علامہ سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی سجادہ نشین آستانہ حضرت مخدوم اشرف کچھوچھہ شریف، قائد قوم وملت حضرت الحاج محمد سعید نوری صاحب بانی وسرپرست رضا اکیڈمی ممبئ، شفیق ملت، حضرت علامہ مفتی محمد شفیق الرحمن مصباحی عزیزی مفتی اعظم ہالینڈ، حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب یوکے برطانیہ، حضرت مولانا ڈاکٹر محمد احمد نعیمی صاحب دہلی، حضرت مولانا غلام سید علیمی نظامی علیگ استاذ دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور، حضرت مولانا مفتی محمد طیب علیمی نظامی استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی ،حضرت مولانا احمد رضا علیمی نظامی استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی، حضرت مولانا قاری محمد ہاشم صاحب استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی اور جملہ احباب واکابر کا تہہ دل سے مشکور ہوں جنھوں نے اس کار خیر میں کسی بھی جہت سے تعاون فرمایا ہے، رب کریم سب کو سلامت رکھے۔

خصوصی طور سے میں سراپا سپاس ہوں شفیق ملت، حضرت علامہ مفتی محمد شفیق الرحمٰن مصباحی عزیزی مفتی اعظم ہالینڈ کی جناب عالی میں جنھوں نے اس کام کی ترغیب وتشویق کے ساتھ اس کتاب کی طباعت کا بار گراں برداشت فرمایا، اللہ تعالیٰ حضرت کو سلامت رکھے اور مزید خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

قارئین کرام کتاب کا مطالعہ فرمائیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ سچ کیا ہے اور غلط کیا ہے۔

کمال احمد علیمی نظامی

دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی، انڈیا

۲۶ ذوالحجہ ۱۴۴۳ھ/ ۲۶ جولائی ۲۰۲۲ء

تقــدیم

مولانا غـلام سـید علیمی نظـامی

استاذ دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور، یو پی

تمام مستند اسلامی مصادر مثلاً بخاری [۱]، مسلم [۲]، سنن ابی داؤد [۳]، سنن ابن ماجہ [۴]، سنن نسائی [۵]، مسند احمد بن حنبل [۶]، شرح السنۃ للبغوی [۷]، سنن دارمی [۸]، المستدرک علی الصحیحین [۹]، المعجم الکبیر [۱۰]، المعجم الاوسط [۱۱]، مسند ابی یعلیٰ [۱۲]، سنن کبریٰ [۱۳]، ابن سعد وغیرہ سے یہی ثابت ہے کہ:

''نکاح کے وقت حضرت عائشہ کی عمر چھ یا سات سال تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر تقریباً پچاس سال، نکاح سے تین سال بعد (بلوغت کو پہنچنے پر) رخصتی ہوئی، اس وقت حضرت عائشہ کی عمر نو برس تھی۔''

اس بات پر کوئی ثبوت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اس شادی کو معیوب سمجھا گیا

۱۔ صحیح البخاری، ج ۵، ص: ۵۵، ۵۶۔ ج: ۷، ص ۱۷، ۲۱۔ مطبع: دار طرق النجاۃ۔

۲۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۰۳۹، مطبع دار احیاء التراث العربی۔

۳۔ سنن ابی داؤد، باب تزویج الصغار۔ ۴۵۸/۳

۴۔ سنن ابن ماجہ، باب نکاح الصغار یزوجھن الآباء، ۶۰۳/۱

۵۔ سنن نسائی، باب البناء بابنۃ تسع، ۱۳۱/۶

۶۔ مسند احمد بن حنبل، مسند الصدیقة عائشة بنت الصدّیق، ۵۰۱/۴۲، ناشر: مؤسسة الرسالة

۷۔ شرح السنۃ للبغوی، باب الارجوحۃ، ۳۶/۱۲، ناشر: المکتب الإسلامي - دمشق، بيروت

۸۔ سنن الدارمی، باب: فِي تَزْوِيجِ الصِّغَارِ إِذَا زَوَّجَهُنَّ آبَاؤُهُنَّ، ۵۳۹/۱، ناشر: دار البشائر (بيروت)

۹۔ المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ۵/۴، ناشر: دار الكتب العلمية - بيروت

۱۰۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۴۹/۱۰، دار النشر: مكتبة ابن تيمية - القاهرة

۱۱۔ المعجم الاوسط، ۹۴/۷، ناشر: دار الحرمين - القاهرة

۱۲۔ مسند ابی یعلیٰ، ۱۳۲/۸، ناشر: دار المأمون للتراث - دمشق

۱۳۔ سنن کبریٰ، ۱۶۹/۵۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱، ناشر: مؤسسة الرسالة - بيروت

تھا، کیوں کہ جن ایام میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تھا وہ آپ کی مکی زندگی کے مشکل ترین ایام تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصائب وآلام سے گھرے ہوئے تھے، پروفیسر حمید اللہ لکھتے ہیں:

''جناب ابوطالب کا انتقال ہو چکا تھا اور قبیلہ کی سرداری ابولہب کو مل چکی تھی جو کہ نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانی دشمن تھا، ابولہب نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے قبیلے کا باغی قرار دیا تھا، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے طائف میں سیاسی پناہ کے حصول کی کوشش بھی ناکام ہو چکی تھی اور ان ایام میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں ایک غیر مسلم کی پناہ میں زندگی گزار رہے تھے۔''(۱)

ظاہر ہے اگر یہ شادی اس سماج میں تھوڑی بھی غیر مناسب یا باعث شرم ہوتی تو تمام بے جا الزامات کے ساتھ مکہ والے اسے بھی جوڑ دیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سماج کے لیے باعث ننگ وعار بتاتے، مگر اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ کسی نے ایسا کہا ہو۔

اس شادی کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد بزرگوار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزت واحترام میں کوئی کمی نہیں آئی، اگر یہ نکاح باعث شرم ہوتا تو دشمنان اسلام طعنہ دے دے کر حضرت ابوبکر کا کلیجہ چھلنی کر دیتے، مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کی عزت غیر مسلموں کی نگاہوں میں بھی جوں کی توں بنی رہی۔(۲)

۱۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، از پروفیسر حمید اللہ، ص ۲۶۳، اردو ترجمہ پروفیسر خالد پرویز، بیکن بکس، ملتان، لاہور

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ''ہجرت مدینہ'' والی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قریش کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے مکہ سے مہاجرت کے ارادے سے نکلتے ہیں مگر راستے میں ابن دغنہ (قارہ کے سردار) سے ملاقات ہو جاتی ہے، ابن دغنہ کے پوچھنے پر حضرت ابوبکر اپنی پریشانی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے، اس لیے اللہ کی وسیع وعریض زمین میں کہیں بھی چلا جاؤں گا اور اپنے رب کی عبادت کروں گا، اس پر ابن دغنہ نے آپ کی تعریف وتوصیف میں جو کچھ کہا اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہزار مخالفت کے باوجود مشرکین مکہ کے نزدیک آپ ایک عزت دار شخص تھے، خیال رہے کہ یہ واقعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد کا ہے۔

ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر کو روکتے ہوئے کہا تھا: ''اے ابوبکر! آپ جیسا آدمی نہ تو کہیں جائے گا اور نہ ہی اسے نکالا جائے گا، آپ تو محتاجوں کے لیے کماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، مجبوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبتوں میں حق بات کی مدد کرتے ہیں۔'' [بخاری شریف، باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ الیٰ المدینۃ]

Child Marriage (بچپنے کی شادی) ایک جدید اصطلاح ہے

سماجی ارتقا اور سماجی تبدیلیوں پر نگاہ رکھنے والے پر یہ بات روشن ہے کہ جسے ہم نام نہاد ''جدید سماج'' یا ''جدید دنیا'' کہتے ہیں ،اس کا ڈھانچہ، اس کے ادارے، اس کے رسم ورواج اور اس کی روایات جس شکل میں ہم دیکھ رہے ہیں، ہمیشہ سے اسی طرح نہیں ہیں، آج جن بعض چیزوں کو معیوب سمجھا جاتا ہے، ان میں سے بہت سی چیزیں کبھی سماجی حقیقت رہی ہیں، مثال کے طور پر ''صغر سنی کی شادی'' (CHILD MARRIAGE) کا تصوّر جدید زمانے کی پیداوار ہے، بلکہ میں کہوں گا کہ انگریزی زبان کا CHILD یا اردو زبان کا لڑکا/لڑکی کی خاص اصطلاح جو علم نفسیات میں ایک خاص عمر کے بچوں/بچیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے وہ بذاتِ خود اسی ''دور جدید'' کی ایجاد ہے۔

نیو یارک یونیورسٹی کے سابق پروفیسر نیل پوسٹ مین (Neil Postman) نے اپنی کتاب ''دی ڈِس اپیئرنس آف چائلڈ ہوڈ'' (The Disappearance of Childhood) میں لکھتے ہیں:

> ''زبانی تعلیم کی دنیا (ا) میں پختگی کی عمر کا ایسا تصوّر نہیں تھا اسی لیے بچپنے کا بھی بہت کم تصوّر تھا، یہی وجہ ہے کہ تمام مصادر میں یہی ملتا ہے کہ دورِ وسطیٰ میں سات سال کی عمر میں بچپن اختتام کو پہنچ جاتا تھا، سات سال کی عمر کیوں؟ اس وجہ سے کہ یہی وہ عمر ہے جس میں بچے بولنے پر قادر ہو جاتے ہیں، وہ پختہ عمروں کی طرح بات کر سکتے ہیں اور باتوں کو سمجھ سکتے ہیں، وہ زبان کی تمام باریکیوں کو جاننے کے اہل ہو جاتے ہیں اور یہی باریکیاں انھیں جاننے کی ضرورت ہوتی ہے، یہ بات ہمارے لیے اس بات کی وضاحت کرنے میں مددگار ہوتی ہے کہ کیتھولک چرچ نے سات سال کی عمر کو ایسی عمر کیوں مانا جس میں ہر انسان کے بارے میں یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اس کے اندر صحیح اور غلط کے مابین تمیز کرنے کی صلاحیت

ا۔ دور وسطیٰ جس میں علم زبانی حاصل کیا جاتا تھا، لکھائی پڑھائی کا چلن عام نہ تھا۔

پیدا ہوگئی ہے یعنی منطقی بات کرنے کی عمر......اسی سے ہمارے لیے یہ بتانے
میں آسانی ہو جاتی ہے کہ سترہویں صدی تک نوجوان مَرد کے معنی میں استعمال
ہونے والے الفاظ کا اطلاق کیوں تیس، چالیس یا پچاس سال کے آدمی پر ہوسکتا
تھا، وجہ یہ ہے کہ فرانسیسی، جرمن یا انگریزی میں سات سے سولہ کے درمیان عمر
کے نوجوانوں کے لیے کوئی لفظ ہی نہیں تھا، لفظ چائلڈ (لڑکا/لڑکی) صرف رشتہ
بتانے کے لیے تھا نہ کہ عمر۔۔۔(1)

مجھے نہیں لگتا کہ مذکورہ اقتباس کے بعد مزید کسی وضاحت کی ضرورت ہے، اُس دور میں بچہ جب مافی الضمیر کے اظہار پر قادر ہو جاتا تھا اور صحیح غلط کے درمیان امتیاز کرنے لگتا تھا تو اسے پختہ عمر تسلیم کرلیا جاتا تھا، سماجی اعتبار سے اور مذہبی اعتبار سے بھی۔

جب انھیں پختہ عمر تسلیم کرلیا جاتا تھا تو الگ الگ سماج میں اپنی دینی سماجی مصلحتوں اور ضرورتوں کے حساب سے سنِّ بلوغت کو پہنچنے پر نوبالغوں کی شادی بھی کر دیتے تھے اور آج بھی دنیا کے الگ الگ حصّوں میں شادی کی عمریں مختلف ہیں، بہت سے غیر مسلم ممالک میں بھی والدین کی رضامندی کے ساتھ ۱۵/سال کی عمر میں شادی ہوسکتی ہے، جب کہ اس عمر میں شادی دوسرے بہت سے ممالک میں جرم گردانی جاتی ہے۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آج کی نام نہاد ''جدید دنیا'' جب شادی کی کسی ایک عمر پر متفق نہیں ہے، تو آج سے چودہ سو سال پہلے کے سماجی قوانین کو آج کی سماجی کسوٹی پر کسنا انسانِ جدید کی انتہائی جہالت و بیوقوفی کے علاوہ اور کیا ہے؟

شادی کے بارے میں ایک چیز ہے جو قدیم وجدید دونوں سماج میں مشترکہ طور معیوب ہے، وہ ہے جسمانی بلوغت سے پہلے جسمانی تعلقات بنانا، یہاں بلوغت کے ساتھ جسمانی کی قید لگانا ضروری ہے کیوں کہ قانون کی نگاہ میں انسان اس وقت تک نابالغ ہی مانا جاتا ہے جب تک وہ قانونی طور پر طے شدہ عمر کو پہنچ نہ جائے۔

1- The Disappearance of Childhood by Neil Postman, Page No 23-24, Vintage books, New Yark

جسمانی طور پر بالغ ہونے کا معاملہ یہ ہے کہ یہ جغرافیائی، نسلی، تہذیبی اور اقتصادی حالات کے تابع ہوتا ہے، یہ ثابت شدہ ہے کہ گرم جگہوں کے لوگ جلدی بالغ ہوتے ہیں، جب کہ ٹھنڈی جگہوں کے لوگوں کے ساتھ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

علم وآگہی کی روشنی میں دیکھا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کو کسی طور پر نامناسب نہیں ٹھہرایا جا سکتا ہے، مگر بغض وعناد اور اسلام دشمنی پر سیاسی روٹی سینکنے والوں کو علم وآگہی سے کیا واسطہ؟۔

مگر افسوس ناک بات یہ ہے مسلم مسائل پر لکھنے والے کچھ نام نہاد اسلامی اسکالر غیروں کے جال میں کچھ اس طرح پھنسے کہ اس موضوع پر وارد تمام روایتوں کی صحت پر ہی سوالیہ نشان لگا دیا، حالاں کہ سارے علماے امت کو ان کی صحت میں کوئی شک نہیں، ان روایتوں کا حال یہ ہے کہ ضعیف! ضعیف اور موضوع! موضوع کی گردان کرنے والے ناصر الدین البانی کو بھی ان روایتوں میں کہیں بھی سُقم نظر نہیں آیا۔

ان انگریزی لکھنے اور بولنے والے اسکالروں کو اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ متعدد طرق سے مروی ان حدیثوں کو بے اعتبار یا ضعیف کہہ دینے سے شریعت اسلامیہ کے دوسرے اصول وبنیاد پر کتنا کاری ضرب لگے گا!

☆☆☆

میرے سامنے The Hindustan Times (دی ہندوستان ٹائمز) کے ایڈیٹوریل پیج پر مورخہ ۹ر مئی ۲۰۰۹ء کو شائع ''اے۔فضل الرحمٰن'' کا ایک مضمون ہے، فضل الرحمٰن صاحب ''دی انڈین اکسپریس''، ''دی ہندوستان ٹائمز'' وغیرہ نامی گرامی اخبارات میں مسلم مسائل پر لکھتے رہتے ہیں، ان کے اداریے قابل قدر ہوتے بھی ہیں۔

مگر پیش نظر مضمون میں انھوں نے نکاح صدّیقہ کے مسئلہ پر قرآن وحدیث کی بہت بے سروپا تشریحات وتوضیحات پیش کر کے رخصتی کے وقت آپ کی عمر ۱۹ر سال ثابت کی ہے، جو بالکل جھوٹ، خلاف واقعہ اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کے برخلاف ہے۔

مضمون کی تاریخ اشاعت دیکھا تو سوچا کہ ۱۳؍سال پرانا مضمون ہے، اس پر توجہ نہیں دینی چاہیے مگر پھر خیال آیا کہ انٹرنیٹ پر جب بھی کوئی اس موضوع پر تلاش کرتا ہے تو سب سے اوپر ظاہر ہونے والے مضامین میں سے یہ ایک ہوتا ہے، لہٰذا اس کے دلائل کا جائزہ لینا ضروری محسوس ہوا۔

کلام پاک میں ہے:

’’وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ‘‘ (۱)

ترجمہ: اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انہیں سپرد کر دو۔

اس آیتِ کریمہ کو پیش کر کے جناب نے لکھا ہے:

It may be noted here that the Quran makes intellectual maturity (which always falls beyond the age of puberty)the basis to arrive at the age of marriage.

[اس جگہ یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ قرآن نے عقلی پختگی کو شادی کی عمر کو پہنچنے کی بنیاد بنایا ہے (اور عقلی پختگی ہمیشہ سنِّ بلوغت کے بعد آتی ہے)۔

- پہلی بات تو یہ کہ قرآن پاک نے یہاں پر عقلی پختگی کو شادی کی عمر کی بنیاد نہیں بنایا ہے بلکہ مال کے مالک ہونے کی بنیاد بنایا ہے۔
- دوسری بات یہ کہ عقلی پختگی کسی انسان میں پہلے آجاتی ہے اور کسی میں بعد میں، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ دورِ وسطیٰ میں سات سال کی عمر والے کو پختہ عقل تسلیم کر لیا جاتا تھا۔
- تیسری بات یہ کہ نکاح کے لیے عقلی پختگی کی شرط ہرگز نہیں لگائی جا سکتی کیوں کہ مشاہدہ ہے کہ بہت سے لوگوں میں پختگی بہت بعد میں آتی ہے اور بعض میں پوری زندگی آتی ہی نہیں، تو کیا انھیں شادی سے محروم رکھا جائے گا؟

۱۔ سورۃ النساء:۶

فضل الرحمٰن صاحب نے اس آیتِ کریمہ کو پیش کرنے اور اس سے بے جوڑ استدلال کرنے کے بعد ان حدیثوں کو غیر صحیح اور موضوع قرار دیا ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ کا نکاح چھ سال کی عمر میں ہوا اور رخصتی نو سال کی عمر میں۔ استدلال یوں کیا ہے:

The Prophet could not have gone against the Quran to marry a physically and intellectually immature child.

[پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسمانی اور عقلی طور پر ناپختہ کار بچی سے شادی کر کے قرآن کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے]

یہ استدلال بھی کئی وجہوں سے بالکل درست نہیں، کیوں کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود فرمایا کہ جب لڑکی نو سال کی ہو جائے تو عورت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ''بچی'' کہہ کر اپنے بے جوڑ استدلال میں جذباتیت کا مسالہ نہ ڈالیں۔

اس زمانے میں زبان و بیان پر قدرت ہی کو پختگی کا پیمانہ مانا جاتا تھا اور یہ چیز حضرت عائشہ کو حاصل ہو چکی تھی۔

چلو تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیتے ہیں کہ مذکورہ آیت سے وہی ثابت ہوتا ہے جو آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں، مگر یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ یہ آیت نازل کب ہوئی، تفسیر کی تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ سورۂ نساء ''مدنی'' ہے، یعنی اس کا نزول مدینہ شریف میں ہوا، اور حضرت عائشہ کا نکاح ہجرت سے پہلے مکہ شریف میں ہوا تھا۔

ہر ذی شعور پر یہ بات واضح ہے کہ کوئی بھی قانون، قانون بننے کے بعد لاگو ہوتا ہے، جب رسول اللہ کی مکی زندگی میں یہ قانون تھا ہی نہیں تو اسے وہاں لاگو کیسے کیا جا سکتا ہے؟

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

جناب نے مذکورہ آیت کے علاوہ اور دو آیتوں کو پیش کیا ہے جس میں زوجین کو حسن معاشرت کی تعلیم دی گئی ہے، ان سے بھی وہ ایک بات بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ پاتی جن کو وہ ثابت کرنے کے درپے ہیں۔

بہر کیف! انھوں نے مشکوٰۃ المصابیح کے ساتھ بطورِ ضمیمہ چھپنے والی کتاب ''اکمال فی

اسماء الرجال'' میں مذکور ایک ضعیف روایت کا سہارا لیا اور حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی عمر کو بنیاد بنا کر رخصتی کے وقت حضرت عائشہ کی عمر ۱۹؍سال ثابت کیا۔

صاحبِ اکمال نے لکھا ہے کہ: ''اسما بنت ابی بکر اپنی بہن عائشہ سے ۱۰؍سال بڑی تھیں۔''

جناب فضل الرحمٰن صاحب اور ان کے پیش رؤں نے اسی ایک قول ضعیف پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت عائشہ کی عمر نکالی ہے، وہ کہتے ہیں:

''حضرت اسما رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۰۰؍سال کی عمر میں ۷۳ھ میں ہوئی۔۔۔اب اگر ۱۰۰ میں سے ۷۳ گھٹایا جائے تو ۲۷ حاصل ہوگا، یعنی ہجرت کے وقت حضرت اسما کی عمر ۲۷ سال ہوئی اور حضرت عائشہ، حضرت اسما سے ۱۰؍سال چھوٹی ہیں، لہٰذا ہجرت کے وقت حضرت عائشہ کی عمر ۱۷؍سال ہوئی، ہجرت کے دوسرے سال رخصتی ہوئی تو ۱۷ میں ۲ جوڑنے پر ۱۹ ہوا، یعنی رخصتی کے وقت حضرت عائشہ کی عمر تقریباً ۱۹؍سال تھی۔''

۹؍کو ۱۹؍بنانے والوں کا یہ استدلال انتہائی کمزور بنیاد پر مبنی ہے اور وہ ہے اکمال فی اسماء الرجال میں موجود ایک قول۔

اکمال فی اسماء الرجال میں موجود قول کی حقیقت:

اکمال کی عبارت یہ ہے: قیل اسلمت بعد سبعة عشر انساناً وھی اکبر من اختہا عائشة بعشر سنین۔(۱)

یعنی بیان کیا جاتا ہے کہ (حضرت اسما) سترہ لوگوں کے بعد اسلام میں داخل ہوئیں اور وہ اپنی بہن عائشہ سے دس سال بڑی ہیں۔

یہ قول کئی وجہوں سے معتبر نہیں ہے، پہلی بات تو یہی کہ اسے ''قیل'' سے بیان کیا گیا ہے جو قول کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ وھی اکبر۔۔۔والے جملے کا تعلق قیل سے نہیں ہے پھر بھی اس قول کے ضعیف ہونے کی دلیل اسی کتاب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تذکرے میں موجود ہے۔

اسی کتاب میں حضرت عائشہ کے تذکرے میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ:

۱۔ اکمال فی اسماء الرجال، ضمیمہ مشکوٰۃ المصابیح ص: ۵۸۷، مجلس برکات، مبارک پور، اعظم گڑھ

"تزوجها بمكة فی شوال سنة عشر من النبوة وقبل الهجرة بثلث سنین وقیل غیر ذٰلک واعرس بها بالمدینة فی شوال سنة اثنتین من الهجرة علی رأس ثمانی عشر شهرا ولها تسع سنین۔۔۔(۱)

[یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوال ۱۰ نبوی میں ہجرت سے تین سال پہلے ان سے شادی کی، اس کے علاوہ بھی اقوال ملتے ہیں، اور مدینہ میں شوّال ۲ھ میں اٹھارہ مہینے بعد ان کے ساتھ شبِ عروسی گزاری، اس وقت ان کی (حضرت عائشہ) کی عمر نو سال تھی۔]

اب ان دونوں اقوال میں سے کوئی ایک ہی درست ہے، دونوں میں تطبیق کی بھی کوئی صورت نہیں بن رہی ہے، لہذا دلائل وقرائن جس کے حق میں زیادہ ہوں اسی کو قابلِ اعتبار مانا جائے گا۔ اور اس بات میں کوئی کلام ہی نہیں کہ حدیث، تاریخ اور اسماے رجال کی تمام مستند ومعتمد مصادر میں یہی ملتا ہے کہ رخصتی کے وقت حضرت عائشہ کی عمر نو سال تھی۔

مجھے لگ رہا ہے کہ حضرت اسما کے تذکرے میں موجود لفظ ''عشر'' (بمعنی دس) اصلاً ''عشرین'' (بمعنی بیس) ہے، غلطی سے ''عشر'' ہی رہ گیا ہوگا، اس طرح کے تسامحات کا کتابوں میں درآنا کوئی حیرت کی بات نہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

ایک ضروری وضاحت

مذکورہ بحث سے یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کو دلیل بنا کر آج بھی اس عمر میں لڑکیوں کی شادی کردی جائے، ہاں! اتنی بات ہے کہ سنّ بلوغت کو پہنچنے کے بعد کوئی بھی انسان شادی کے لائق ہوجاتا ہے، مگر شریعت کسی کو اس بات پر ہرگز مجبور نہیں کرتی کہ بالغ ہوتے ہی شادی کرلی جائے، ہر انسان اپنی سہولت، ضرورت اور ملکی قانون کے اعتبار سے شادی کرے، اگر کوئی کسی خاص مقصد کے تحت پوری زندگی مجرّد رہنا چاہے اور اسے اپنے نفس پر مکمل کنٹرول ہو تو مجرّد بھی رہ سکتا ہے، اس طرح ڈھیروں مثالیں موجود ہیں کہ بہت سے علما، صلحا اور اولیاء اللہ نے خدمتِ دین کے لیے خود کو وقف کردیا اور پوری زندگی مجرّد ہی رہے۔

۱۔ اکمال فی اسماء الرجال، ضمیمہ مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۶۱۲، مجلس برکات، مبارک پور، اعظم گڑھ

رہی بات نکاحِ سیدہ عائشہ صدیقہ کی تو اس کے بہت سے اسباب واغراض اور فوائد و مقاصد تھے جن کے پیش نظر رسول کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ سے نکاح کیا تھا۔

زیر نظر کتاب میں انھیں تمام اسباب، اغراض اور فوائد کو بڑے ہی فاضلانہ اور سنجیدہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

کتاب کو بنیادی طور پر چار حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے

پہلے حصے میں فاضل مولف نے قرآن وحدیث اور کتب تاریخ وسیر کی روشنی میں رسول کریم ﷺ کی عظمت شان، آپ کی عفت و پاکدامنی، وغیرہ کو بیان کیا ہے۔

دوسرے حصے میں مذہب اسلام میں نکاح کے اغراض اور اس کے فوائد پر بھرپور روشنی ڈالی ہے، ساتھ ہی دیگر عالمی مذاہب کے ساتھ ہندو مذہب میں شادی کے تصور، اس کے اغراض و مقاصد اور فوائد کو بھی ذکر کیا ہے تاکہ قاری دونوں کے درمیان تقابل کر سکے۔

کتاب کے تیسرے حصے میں رسول کریم ﷺ کی شادیوں کا تذکرہ ہے، اس کے اغراض و مقاصد کو بیان کیا گیا ہے، تعدّدِ ازدواج کے مقاصد و وجوہات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

چوتھے حصے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے قضیہ کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اس پر ہونے والے اعتراضات کا بڑے ہی عالمانہ انداز میں رد کیا گیا ہے۔

کتاب بڑی ہی معلوماتی اور فکر کشا ہے، نگاہِ انصاف سے پڑھنے والے کے لیے اس کتاب میں بہت کچھ ہے، اس موضوع پر اردو زبان میں لکھی گئی سیرت کی کئی کتابوں میں ضمنی بحث ضرور ہے مگر اس موضوع پر مستقل تالیف کی کمی محسوس کی جا رہی تھی۔

خدا بھلا کرے! حضرت مفتی کمال احمد علیمی کا کہ انھوں نے ''نکاح سیدہ عائشہ صدیقہ'' لکھ کر اس کمی کو پورا کر دیا۔

دعا ہے رب تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل اس کتاب کو بھی ان کی دوسری کتابوں کی طرح مقبولِ خاص و عام بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

غلام سید علی علیمی علیگ

استاذ دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور

۲۶/ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۶/جولائی ۲۰۲۲ء بروز منگل

حرف آغاز

❁❁❁

اللہ جل شانہ نے کائنات کی تخلیق فرمائی، انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، انہیں راہ راست پر چلانے کے لیے انبیاے کرام کی بعثت کا سلسلہ شروع فرمایا، سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد اصلی مکارم اخلاق کی تکمیل اور آپ کی ذات کو انسانوں کے سامنے ایک رول ماڈل بنانا تھا، قرآن کریم میں ہے: "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"[۱] بے شک تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بہتر ہے، حدیث شریف میں ہے: "انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق"[۲] میری بعثت مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے ہوئی ہے، ان مقاصد کی تکمیل کے لیے ضروری تھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو انسانوں کے سامنے پیش کیا جائے، حتیٰ کی آپ کی خلوتوں کے اسرار سربستہ بھی لوگوں کے سامنے کھولے جائیں تا کہ انسان آپ کی جلوت وخلوت کے طور طریقوں کو دیکھ کر ایک کامل انسان بننے کی کوشش کرے، اس مقصد خیر کے لیے مجمع عام میں وعظ ونصیحت کے ساتھ ضرورت تھی کسی ایسی محرم راز کی جو آپ کی خانگی اور عائلی زندگی کے ہر گوشے گوشے کو محفوظ کر سکے، اور پھر ادب کے دائرے میں رہ کر کمال سلیقہ مندی سے اسے لوگوں کے سامنے پیش کر سکے۔

اسی خاص مقصد کے تحت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے بعثت کے بعد ایک ایسی خاتون سے نکاح کا حکم دیا جو ان کی خلوتوں کی امین و راز دار ہو، جو اندرون خانہ ان کی زندگی کی ایک ایک ادا اور قول وعمل کو اپنے حافظے میں محفوظ رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہو، جس کے اندر اعلیٰ درجے کی ذہانت و فطانت ہو، جس کی زندگی میں کسی غیر کا دخل نہ ہو، جو داخلی وخارجی اثرات سے بالکل صاف ستھری ہو، اور جس کا ذہن و دماغ کورے کاغذ کی مانند صاف وشفاف ہو، اللہ کی شان کہ جب بعثت کے دسویں سال ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال پر ملال ہوا تو آپ نے پہلے

۱۔ الاحزاب: ۲۱

۲۔ الادب المفرد للامام محمد بن اسماعیل البخاری، حدیث: ۲۷۳

حضرت سودہ (جو پچاس سالہ بیوہ تھیں) پھر بحکم الٰہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شرف زوجیت بخشا، ہجرت مدینہ سے تین سال قبل آپ نے ۶ سال کی عمر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حبالۂ عقد میں جگہ عطا فرمائی، مگر آپ کی رخصتی کا عمل ہجرت کے بعد ۹ سال کی عمر میں انجام پایا۔

آپ علیہ السلام کی نیت تو انسانیت کی فلاح و بہبود اور ان کے لیے ایثار و قربانی کی تھی کہ اندروں خانہ کے اسرار مخفیہ بھی لوگوں کے سامنے رکھنے کو تیار تھے، اور اسی مقصد کے تحت آپ نے ایک کم سن بچی سے نکاح فرمایا، مگر کچھ بیمار ذہن و دماغ کے انسانوں نے آپ کے اس مخلصانہ عمل کو ۔معاذ اللہ۔ جنس پرستی اور شہوانی جذبے کا شاخسانہ قرار دیا، العیاذ باللہ۔

سب سے پہلے اس مسئلے کو لے کر یورپ کے ''پڑھے لکھے جاہلوں'' نے واویلا مچایا، جنہیں ''مستشرقین'' کہا جاتا ہے، پھر انہیں کے نظریے کے حامل کچھ شر پسند لوگوں نے بھی اس مسئلے کو اچھالنے کی کوشش کی، طبیعت نہیں چاہ رہی تھی کہ اس مسئلے کو چھیڑا جائے، بھلا ہم کون ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کی عقلی و نقلی توجیہ پیش کریں، ہمارے لیے تو ان کا ہر قول و عمل سند ہے، ان کی ہر بات، ان کا ہر عمل بلا چوں و چرا تسلیم کرنا ہی ایمان کا اولین تقاضا ہے۔

مگر عصر حاضر میں ایک بار پھر کچھ لوگوں نے وطن عزیز کی پر امن فضا کو مکدر کرنے کی غرض سے اس مسئلے کو لے کر شان رسالت میں گستاخی کی کوشش کی ہے اور دنیا کے سب سے بڑے پاک دامن، بے نفس اور متقی و پرہیز گار ذات پر اس معاملے کو لے کر کیچڑ اچھالنے کی حماقت کی ہے، اس لیے کچھ مخلص احباب کی خواہش اور قابل قدر شخصیات کے حکم پر اس موضوع پر قلم اٹھانا پڑا، اللہ تعالیٰ میری اس حقیر کاوش کو اپنی عظیم بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔

ذیل میں ہم تفصیل کے ساتھ اس مسئلے کی تحقیق پیش کریں گے، پہلے انصاف پسند قارئین کے سامنے کچھ مسلمہ مقدمات، پھر عقلی، نقلی دلائل و شواہد اور الزامی جوابات کے ذریعہ اس مسئلے پر گفتگو کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قارئین انصاف کے ساتھ بغیر کسی جانب داری کے اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں، پھر انصاف کے ساتھ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ حق کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں قبول حق کی توفیق بخشے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام انسان نہیں

نبی کریم علیہ السلام عام انسان نہیں ہیں، اللہ تعالی نے انہیں اپنی بارگاہ سے ایک الگ طرح کی عزت وکرامت سے سرفراز فرمایا ہے، انہیں وہ خصائص وامتیازات عطا فرمائے جو عام لوگوں کے نصیب میں نہیں، لباس بشر میں آپ ایک خاص قسم کے بشر ہیں جن کا لبادہ تو بشری ہے مگر حقیقت نوری ہے، وہ نور علی نور، مصدر نور، عین نور اور پیکر نور ہیں، ان کو عام انسان سمجھ کر ان کے کسی بھی قول وعمل پر اعتراض وہی کرسکتا ہے جو ان کی حقیقت سے نا آشنا ہے، ان کو کسی عام انسان پر قیاس کرنا سراسر جہالت ونادانی ہے، مندرجہ ذیل دلائل ملاحظہ فرمائیں:

قرآنی آیات:

(۱) قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔(۱)

ترجمہ: تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا کسی اور کو والی بناؤں وہ اللہ جس نے آسمان وزمین پیدا کیے اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے تم فرماؤ مجھے حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے گردن رکھوں اور ہرگز شرک والوں میں نہ ہونا۔

(۲) مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنبيين ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔(۲)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

(۳) اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (۳)

ترجمہ: یہ نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

۱۔ الانعام: ۱۴

۲۔ الاحزاب: ۴۰

۳۔ الاحزاب: ۶

④ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا (۱)

ترجمه: اور تمہارے لیے ہرگز جائز نہیں کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ اگر تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ تو بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

⑤ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ ۖ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا۔ (۲)

ترجمه: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمھیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔

⑥ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ۔(۳)

ترجمه: بیشک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

⑦ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔(۴)

ترجمه: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک اے حبیب! تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں جبکہ وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

⑧ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔(۵)

۱۔سورة الأحزاب: ۵۳

۲۔النسا:۸۰

۳۔ الفتح:۱۰

۴۔انفال:۳۳

۵۔الاسراء:۱

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجدِ حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

احادیث نبویہ:

۱۔ ”حدثنا ابوالیمان ،اخبرنا شعیب، عن الزہری قال: حدثنی ابو سلمة بن عبدالرحمن ان ابا ہریرة رضی اللہ عنه قال: نہی رسول اللہ ﷺ عن الوصال فی الصوم فقال له رجل من المسلمین انک تواصل یا رسول اللہ،قال: وایکم مثلی؟انی ابیت یطعمنی ربی ویسقین ،فلما ابوا ان ینتہوا عن الوصال، واصل بہم، یوما،ثم یوما، ثم رآوا الہلال فقال: لوتاخر لزدتکم کالتنکیل لہم حین ابو ان ینتہوا۔(۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگاتار روزہ رکھنے سے منع فرمایا،اس پر ایک مسلمان نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! علیک السلام ! آپ بھی توصوم وصال رکھتے ہیں؟حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون میری طرح ہے؟ مجھے رات میں میرا رب کھلاتا پلاتا ہے، جب لوگ صوم وصال سے باز نہیں آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ لگاتار روزے رکھے،دن بدن، پھر عید کا چاند نظر آ گیا،تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے صوم وصال سے باز نہ آنے پر سرزنش کی نیت سے فرمایا کہ اگر دیر میں چاند نکلتا تو میں اور روزے رکھتا۔

۲۔ ”لست کھیئتکم انی یطعمنی ربی ویسقینی (۲)

ترجمہ: میں تمھاری طرح نہیں، مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔

۳۔ ”لست کاحدمنکم قال انی اطعم واسقی“(۳)

۱۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح المختصر، دار ابن کثیر لبنان بیروت، ۱۴۰۷، ج ۲، ص ۶۹۴، کتاب الصوم، باب التنکیل لمن اکثر الوصال، حدیث: ۱۸۶۴۔

۲۔صحیح البخاری کتاب الصوم، باب الوصال، ج ۱ ص ۲، مطبع مصطفائی دیوبند۔

۳۔صحیح البخاری، ج ۱ ص ۲۶۳، کتاب الصوم، باب الوصال، مطبع مصطفائی دیوبند

ترجمہ: میں تمھاری طرح نہیں، مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے۔

۴۔"انی لست مثلکم"(۱)

ترجمہ: میں تمھاری طرح نہیں۔

۵۔"جعلت لی الارض مسجدا و طھورا"(۲)

ترجمہ: میرے لیے ساری زمین سجدہ گاہ اور پاک وصاف بنادی گئی ہے۔(۳)

۶۔" نصرت بالرعب مسیرۃ شھر"(۴)

ترجمہ: ایک مہینے کی دوری سے میری مدد کی گئی۔

۷۔ "اعطیت جوامع الکلم " (۵) ترجمہ: مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے۔

۸۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"اعطیت خمسا لم یعطھن احد من الانبیاء قبلی، نصرت بالرعب مسیرۃ شھر، و جعلت لی الارض مسجدا و طھورا، واعطیت الشفاعۃ، و کان النبی یبعث الیٰ قومہ خاصۃ و بعثت الیٰ الناس عامۃ "(۶)

ترجمہ: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے قبل کسی نبی کو نہیں ملیں: ایک مہینے کی دوری تک میرے رعب ودبدبہ سے مدد کی گئی، پوری زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی، مجھے شفاعت کا حق دیا گیا، پہلے نبی کو کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔

---

[1]۔صحیح البخاری، ج ۲ ص ۲۶۳، کتاب الصوم، باب الوصال، مطبع مصطفائی دیوبند

[2]۔: صحیح البخاری، ج ۱، ص ۶۲، کتاب الصلوۃ، باب قول النبی جعلت لی الارض مسجدا وطھورا، مطبع مصطفائی دیوبند

[3]۔مسلم

[4]۔صحیح البخاری، ج ۱، ص ۶۲، کتاب الصلوۃ، باب قول النبی جعلت لی الارض مسجدا وطھورا، مطبع مصطفائی دیوبند

[5]۔صحیح مسلم، امام حافظ ابو الحسین، مسلم بن حجاج بن ورد قشیری نیشاپوری۔حدیث: ۱۱۶۷

[6]۔بخاری، کتاب التیمم، ج ۱، ۴۸، مکتبہ مصطفائی دیوبند

۹۔انه كان لا ظل لشخصه فی شمس ولا قمر،لانه كان نوراوان الذباب كان لا يقع على جسده ولاثيابه۔(۱)

ترجمہ: نبی کریم علیہ السلام کا دھوپ اور چاندنی میں سایہ نہیں تھا کیوں کہ آپ نور تھے، اور نہ ہی مکھی مچھر آپ کے جسم یا لباس پر بیٹھتے تھے۔

ان تمام آیات وروایات کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام انسان نہیں ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی مقام ومرتبے والا ایک خاص قسم کا انسان بنایا ہے۔

***

اب ذیل میں کچھ اور خصائص کا ذکر کیا جاتا ہے جو امام جلال الدین سیوطی کی کتاب ''الخصائص الکبریٰ'' اور ''الخصائص الصغریٰ'' سے ماخوذ ہیں۔

- حضور علیہ السلام کو جماع اور غصے کی حالت میں چالیس آدمیوں کی قوت حاصل تھی۔(۲)
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات پر عدت نہیں۔(۳)
- یقین کی کئی قسمیں ہیں: ان میں سے ''حق الیقین'' صرف انبیا علیہم السلام کو حاصل ہے اور حق الیقین کی حقیقت صرف حضور علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔(۴)
- اکیلا سفر کرنا صرف حضور علیہ السلام کے لیے جائز ہے کیوں کہ آپ شیطان سے محفوظ ہیں اور دوسرے لوگوں کا یہ حکم نہیں۔(۵)
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لونڈی سے نکاح جائز نہیں کیوں کہ اس لونڈی سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ غلام ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام اس سے بلند ہے کہ آپ کی اولاد غلام ہو۔(۶)

۱۔الشفا بتعریف حقوق المصطفی ج ۱ ص ۲۴۳، مطبع مصر

۲۔الخصائص الصغریٰ للسیوطی مترجم از عبدالرسول ارشد ایم۔اے، ص:۹۸، مکتبہ نوریہ رضویہ نئی دہلی

۳۔الخصائص الصغری، ص:۹۸

۴۔ایضاً: ۱۱۴

۵۔ایضاً: ۱۱۸

۶۔ایضاً: ۱۲۰

● حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات تمام مومنوں کی مائیں ہیں، حضور کے انتقال کے بعد ازواج مطہرات پر واجب ہے کہ وہ گھروں میں بیٹھیں اور ان کا گھروں سے نکلنا حرام ہے، ایک قول کے مطابق حج وعمرہ کے لیے بھی نہیں نکل سکتیں۔(۱)

● انبیاے کرام کی وراثت حرام ہے۔(۲)

● حضور علیہ السلام کے فضلات پاک ہیں۔(۳)

● علماے اعلام نے فرمایا کہ کسی نبی کو کوئی معجزہ اور فضیلت نہیں دی گئی، مگر یہ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس معجزے یا اس فضیلت کی نظیر عطا کی گئی بلکہ اس سے اعظم عطا فرمایا گیا۔(۴)

● صوم وصال آپ کے لیے مباح تھا دوسروں کے لیے نہیں۔(۵)

● آپ علیہ السلام نے بیٹھ کر نماز پڑھائی لیکن دوسروں کے لیے منع ہے۔(۶)

● کتابیہ سے نکاح کرنا آپ پر حرام تھا۔'فلا یحل لك النساء من بعد'[۷] کے تحت مروی ہے کہ اس میں ''النسا'' سے مراد کتابیہ ہے۔(۸)

● غیر مہاجرہ عورت سے آپ کا نکاح حرام تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' لا یحل لك النساء من بعد ولا ان تبدل بهن من ازواج''۔(۹)

● حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی نبی کو سزاوار نہیں ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے کوئی خیانت کرے، اسی لیے آپ کو کنکھیوں سے اشارہ حرام تھا۔(۱۰)

۱۔ ایضاً:۷۸
۲۔ ایضاً:۷۹
۳۔ ایضاً:۷۸
۴۔ الخصائص الکبریٰ مترجم از مفتی غلام معین الدین نعیمی ص ۳۸۵، اعتقاد پبلشنگ ہاوس دہلی
۵۔ ایضاً:۴۹۹۱
۶۔ ایضاً:۴۹۹
۷۔ الاحزاب:۵۲
۸۔ ایضاً:۵۰۹
۹۔ الاحزاب:۵۲
۱۰۔ ایضاً:۵۱۱

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بعد عصر نماز جائز تھی، غیروں کے لیے ناجائز۔(۱)

● آپ پر زکوٰۃ واجب نہ تھی۔(۲)

● تقسیم غنیمت سے پہلے آپ کے لیے جائز تھا کہ جو باندی وغیرہ آپ کو پسند آئے اسے اپنے لیے خاص فرمالیں چنانچہ بنوقریظہ میں ریحانہ بنت زید بن عمرو کو آپ نے اپنے لیے خاص فرما لیا تھا۔(۳)

● مکہ مکرمہ میں قتال کرنا، قتل کرنا اور بغیر احرام داخل ہونا آپ کے لیے مباح تھا۔(۴)

● حالت جنابت میں آپ کے لیے مسجد میں قیام حلال تھا دوسروں کے لیے حرام۔(۵)

● اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی عورت کو اپنے نکاح میں لانا چاہیں تو اس پر واجب ہے کہ قبول کرے، اگر شوہر والی ہے تو اس شوہر پر لازم ہے کہ اسے طلاق دے دے، قرآن میں ہے: "یا ایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول۔(۶)

● چار عورتوں سے زائد سے نکاح آپ کے لیے جائز ہے۔(۷)

● ازواج مطہرات میں عدم قسمت مباح تھا قرآن میں ہے: "ترجی من تشاء و تودی الیك من تشاء"(۸)

● یہ بات صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھ یا سات سال کی عمر میں حضرت عائشہ سے نکاح فرمایا، ابن شبرمہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں تھا۔(۹)

● اجنبی عورتوں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا اور ان کی طرف دیکھنا آپ کے لیے مباح تھا۔(۱۰)

۱۔ ایضاً: ۵۱۴

۲۔ ایضاً: ۵۱۷

۳۔ ایضاً: ۵۱۸

۴۔ ایضاً: ۵۱۹

۵۔ ایضاً: ۵۲۱

۶۔ ایضاً: ۵۲۳

۷۔ ایضاً ۵۲۴

۸۔ ایضاً: ۵۲۸

۹۔ ایضا، ص ۵۲۹

۱۰۔ ایضا ص ۵۲۹

خلاصۂ بحث:

قرآن کریم، احادیث نبویہ، اقوال علما سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام نوع بشر سے تو ہیں مگر عام بشر نہیں، اسی لیے ماسبق میں آپ نے دیکھا کہ آپ کے لیے بعض وہ چیزیں حلال کی گئیں جو عام انسانوں کے لیے حرام ہیں، یوں ہی آپ پر بعض وہ احکام واجب یا فرض قرار دیے گئے جو عام لوگوں پر واجب نہیں، لہٰذا میں انصاف پسند قارئین بالخصوص ہندو دھرم کے حق پسند لوگوں سے گزارش کروں گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عام انسانوں پر قیاس نہ کریں، نہ ہی ان کے اقوال، افعال اور خصائل و عادات کا مطالعہ اس نظریہ کے ساتھ کریں، کیوں کہ آپ انسانی پیکر میں خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر تھے، جو صرف اس لیے ہمارے درمیان تشریف لائے کہ ہمیں ایک اچھا انسان بنا کر اپنے معبود حقیقی کی بارگاہ تک پہنچا دیں، اور خیر و شر میں فرق بیان کر کے ہمیں راہ حق کا مسافر بنا دیں۔

جب آپ عام انسان نہیں تو آپ کے کسی بھی عمل کو عام انسانوں کے افعال پر قیاس کر کے اسے غلط قرار دینا غلط ہوگا، ہمیں تو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ آپ کا ہر قول و عمل اللہ کی طرف سے ہوتا تھا، اس لیے آپ پر اعتراض درحقیقت آپ کے بھیجنے والے پر اعتراض ہوگا، اور کسی دھرم میں اس بات کی اجازت نہیں کہ کسی بھی دھرم کے معبود پر اعتراض کیا جائے، اس کی توہین کی جائے یا اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی شان میں گستاخی کی جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عفت و پاکدامنی

اس میں شک نہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کائنات رنگ و بو میں سب سے زیادہ پاک دامن اور باحیا انسان تھے، بارگاہ الٰہی سے آپ کی ذات میں جملہ اخلاق عالیہ واوصاف حمیدہ کے ساتھ حیا و پاک دامنی بھی ودیعت کی گئی تھی، بچپن کی عمر ہو، عہد شباب ہو، یا پھر بزرگی کا عفت مآب دور ہو، زندگی کے ہر موڑ پر اور عمر کی ہر منزل پر اس وصف میں آپ کامل و اکمل رہے، ذیل میں کتاب وسنت اور تاریخ کی روشنی میں آپ کے اس وصف کریم پر روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

قرآنی آیات:

۱۔لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔(۱)

ترجمہ: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

اس کی تفسیر میں تفسیرات احمدیہ میں ہے:

"فالحق لاخلاف لاحد فی ان نبیناعلیہ السلام لم یرتکب صغیرة ولا کبیرة طرفة عین قبل الوحی وبعده کما ذکره ابو حنیفه فی الفقه الاکبر۔(۲)

ترجمہ: اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی گناہ صغیرہ یا کبیرہ کاارتکاب نہیں کیا، نہ تو قبل وحی نہ بعد وحی۔

۲۔۔إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَنٌ.(۳)

ترجمہ: بے شک میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

۳۔حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

---

[۱]۔البقرۃ:۱۲۴

[۲]۔التفسیرات الاحمدیه فی بیان الآیات الشرعیه،الشیخ العلامه،الفقیه احمد بن ابی سعید الامیتھوی المعروف بملا جیون،ص۴۵،مکتبه تھانوی دیوبند

[۳]۔الحجر:۴۲

وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ-(۱)

ترجمہ: اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اسکا خلاف کرنے لگوں

۴۔ ملائکہ کے بارے میں ارشاد ہے:

لَّا يَعْصُونَ اللهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ-(۲)

ترجمہ: وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

جب ملائکہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے تو انبیاے کرام تو ان سے بڑھ کر ہیں۔

احادیث مقدسہ

۱۔ عن عائشة قالت :ما لمست يده يد امرأة قط لا يملك رقها۔(۳)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے کبھی بھی اپنے ہاتھ سے کسی اجنبی خاتون کو نہیں چھوا۔

۲۔ عن مولى العائشة قال :قالت عائشة :ما نظرت الىٰ فرج رسول الله ﷺ او قالت مارأيت فرج رسول الله ﷺ قط۔(۴)

ترجمہ: حضرت عائشہ کے آزاد کردہ غلام سے مروی ہے کہ سیدہ عائشہ نے فرمایا کہ میں نے کبھی رسول کریم علیہ السلام کی شرم گاہ نہیں دیکھی۔

۳۔ عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه قال: كان رسول الله ﷺ اشد حيا ء من العذراء فى خدرها۔(۵)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام باپردہ دوشیزہ سے زیادہ باحیا تھے۔

۱۔ ہود:۸۸

۲۔ تحریم:۶

۳۔ **الشفا بتعریف حقوق المصطفی** ۱/۱۷۴ امرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات

۴۔ ترمذی، کتاب الشمائل، ص:۲۶، مجلس برکات مبارک پور

۵۔ ایضاً

۴۔ عن انس بن مالک عن رسول اللہ ﷺ انه کان عنده رجل به اثر صفرة و قال: کان رسول اللہ ﷺ لا یکاد یواجه احدابشئ یکرهه،فلما قام قال للقوم لو قلتم له یدع هذه الصفرة۔(۱)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ رسول کریم علیہ السلام سے راوی کہ ایک شخص آپ کے پاس بیٹھا تھا جس کے جسم پر زردی کا نشان تھا،۔۔جب وہ شخص کھڑا ہوا تو حضور نے فرمایا کہ کاش تم سب اس سے کہہ دیتے کہ یہ زردی ختم کردے۔

واضح رہے کہ شادی میں زردی لگانا جائز ہے،مگر اس زردی کی نمائش شرم وحیا کے خلاف ہے،اسی لیے نبی کریم نے فرمایا کہ کاش تم لوگ اس سے کہہ دیتے کہ یہ زردی صاف کرلے۔

۵۔ پاک دامن نبی کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ ہو:

”ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل من الانصار یا رسول اللہ ﷺ افرأیت الحمو، قال الحمو الموت“(۲)

ترجمہ: تنہائی میں عورتوں کے پاس جانے سے بچو،ایک انصاری نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دیور کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: دیور تو موت ہے۔

۶۔ قال عروة: قالت عائشة :فمن اقرَّ بهذا الشرط من المومنات قال لها رسول اللہ ﷺ :قد بایعتک کلاما ولا واللہ ما مست یده ید امرأة قط فی المبایعة ما یبا یعهن الا بقوله قد بایعتک ۔(۳)

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جو مومن خاتون مذکورہ شرط کا اقرار کرلیتی اس سے حضور علیہ السلام فرماتے: میں نے تم سے بطور کلام بیعت لے لی، باخدا کبھی بھی وقت بیعت آپ نے کسی اجنبی عورت کو ہاتھ نہیں لگایا،صرف ”بایعتک“ کہہ کر بیعت لے لیتے تھے۔

۱۔ ایضاً: ۲۵

۲۔ **الصحیح لمسلم**، ج ۲ ص ۲۱۶،مجلس برکات مبارک پور

۳۔ **بخاری** ج ۲ باب التفسیر ص ۷۲۶ ،مجلس برکات مبارک پور

۷۔حضرت ہند بن ابی ہالہ حضرت حسن سے راوی ہیں:

"خافض الطرف،نظره الى الارض اطول من نظره الى السماء"۔(۱)

ترجمہ: آپ کی نظر ہمیشہ جھکی رہتی،آسمان سے زیادہ زمین کی طرف دیکھتے تھے۔

۸۔ "عن ابی هريرةعن النبی صلی الله عليه وسلم،قال:ثلثة حق على الله عونهم:المجاهد فی سبيل الله والناكح الذی يريد العفاف والمكاتب الذی يريد الاداء۔"(۲)

ترجمہ: نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تین لوگوں کی مدد اللہ کے ذمہ کرم پر ہے،اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا،پاک دامنی کی طلب میں نکاح کرنے والا اوروہ مکاتب جو بدل کتابت ادا کرنا چاہتا ہے۔

۹۔"عن النبی صلی الله عليه وسلم انه كان يقول:اللهم انی اسألک الهدی والتقی والعفاف والغنی۔"(۳)

ترجمہ: نبی کریم علیہ السلام یہ دعا فرمایا کرتے تھے:اے اللہ!میں تجھ سے ہدایت،تقوی،پاک دامنی اور بے نیازی کی دعا مانگتا ہوں۔

۱۰۔ عن اميمةبنت رقيقة انها قالت:أتيتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم في نسوةٍ مِن الأنصارِ نبايعُه،فقلنا: يا رسولَ اللهِ، نبايعُك على أن لا نشركَ باللهِ شيئًا، ولا نسرقَ ، ولا نزني ، ولا نأتيَ ببهتانٍ نفتريه بين أيدينا ، وأرجلِنا، ولا نعصيَك في معروفٍ . قال:فيما استطعتُنَّ وأطقْتُنَّ. قالت : قلنا : اللهُ ورسولُه أرحمُ بنا . هلمَّ نبايعْك يا رسولَ اللهِ ، فقال رسولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- :إني لا أصافحُ النساءَ! إنما قولي لمائة امرأةٍ ، كقولي لامرأةٍ واحدةٍ أو مثل قولي لامرأةٍ واحدةٍ.(۴)

۱۔خاتم النبیین ۱/۲۶۶

۲۔**جامع الترمذی،فضائل الجهاد**،حدیث:۱۶۵۵،الطاف اینڈ سنز کراچی

۳۔**مسلم،کتاب الدعاء والتوبة والاستغفار**،حدیث:۲۷۲۱،الطاف اینڈ سنز کراچی

۴۔**الموطا للامام محمد**،ص ۳۹۴،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۴۲۶ھ

ترجمہ: امیمہ بنت رقیقہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نبی کریم کے پاس کچھ انصار صحابیات کے ساتھ بیعت کے لیے حاضر ہوئی، ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ سے بیعت کرتی ہیں اس بات پر کہ نہ ہم شرک کریں گی، نہ چوری، نہ زنا، نہ کسی پر تہمت لگائیں گی، نہ ہی کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی، حضور نے فرمایا: یہ سب تمھاری طاقت وقوت کے اعتبار سے ہے، ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ہم پر زیادہ مہربان ہیں ہیں، یارسول اللہ ہم آپ سے بیعت ہونا چاہتی ہیں، آپ نے فرمایا: میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، میری بات سو عورتوں سے ویسی ہی ہے جیسے ایک عورت سے۔

اقوال علما وائمہ:

ا۔ مدارج النبوہ میں ہے:

''وآں حضرت را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دو قسم حیا بر وجہ کمال بود (حیاءِ خلقی حیاء کسبی) زیرا کہ حیات قلب شریف وے از اجتناب وے از مکروہات شرع از ہمہ اقوی واتم واکمل وافضل بود۔(۱)

ترجمہ: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر دونوں قسم کی حیا کامل طور سے موجود تھی، کیوں کہ آپ کا قلب پاک شرعا ناپسندیدہ چیزوں سے بچنے کی وجہ سے سب سے زیادہ طاقت ور، کامل، اور افضل تھا۔

اسی میں ہے کہ:

اما عفت کہ بمعنی پارسائی از حرام و فی القاموس ''عفت'' کف عما لایحل وجودہ وکمال آں دراں حضرت بچہ زبان بیان تواں کرد، ودر جائے کہ عصمت آمد ہمہ آمد ودر حدیث آمدہ است لمس نکردہ است آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دست ہیچ زنے کہ مالک نیست اورا، واین عبارت است کہ در بیان عفت و پارسائی اہل عرف وعادت می گویند، والا حقیقت عفت آں حضرت وتمام اخلاق وے بالاتر است ازاں کہ بیان تواں کرد۔(۲)

ا۔ مدارج النبوۃ، ج ا ص ۵۱، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر گجرات

۲۔ ایضاً: ص ۵۵

ترجمہ: رہا لفظ عفت تو اس کے معنی حرام سے بچنا ہے، قاموس میں عفت کے معنی ناجائز چیز سے بچنا ہے، آں حضرت کی ذات میں اس کا کمال نا قابل بیان ہے، عصمت کا لفظ بھی اسی معنی میں ہے، حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم نے کبھی کسی اجنبی خاتون کو ہاتھ نہیں لگایا، یہ ایک تعبیر ہے جسے اہل عرف آپ کی عفت بیان کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، ورنہ آپ کی ذات میں موجود عفت کی حقیقت اور کامل اخلاق نا قابل بیان ہیں۔

۲۔شفا شریف میں ہے:

"فاجمع المسلمون على عصمة الانبياء من الفواحش والكبائر الموبقات "۔(۱)

ترجمہ: اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاے کرام فواحش اور مہلک کبائر سے پاک ہیں۔

اسی میں ہے:

"اما عدله و امانته و عفته و صدق لهجته فكان آمن الناس ، واعدل الناس واعف الناس"۔(۲)

ترجمہ: رہا آپ کا انصاف، امانت داری، پاک دامنی اور سچائی تو لوگوں میں آپ سے بڑے امانت دار، منصف، اور پاک دامن تھے۔

اسی میں ہے:

ما هممت بشئى مما كان اهل الجاهلية يعملون به غير مرتين، كل ذالک يحول الله بينى و بين ما اريد من ذالک ،ثم ما هممت بسوء حتى اكرمنى الله برسالته، قلت ليلة لغلام كان يرعى معى، لو ابصرت لى غنمى حتى ادخل مكة فا سمرها كما يسمر الشباب ،فخرجت كذالک حتى جئت اول دار من مكة سمعت عزفا بالدفوف والمزامير لعرس بعضهم،فجلست انظر ،فضرب علىٰ اذنى فنمت، فما ايقظنى الامس الشمس، فرجعت و لم اقض شئيا ،ثم عرانى مرة اخرى مثل ذالک ،ثم لم اهم بعد ذالک بسوء۔(۳)

۱۔**الشفا شریف بتعریف حقوق المصطفی** ۲/ ۱۱۲۔مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات

۲۔ایضاً:۱/ ۹۰

۳۔ایضاً:۱/ ۹۲

ترجمہ: اہل جاہلیت کی طرح میں نے فقط دوبار نازیبا کام کرنے کا قصد کیا، مگر ہر بار اللہ تعالی میرے اور میرے ارادے کے درمیان رکاوٹ ڈال دیتا تھا، پھر اس کے بعد میں کبھی بھی کسی نازیبا کام کا قصد نہیں کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے مجھے رسول بنا دیا۔

ایک رات میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اگر تم میری بکریاں دیکھتے تو میں مکہ میں جا کر جوانوں کی طرح رات گزارتا، میں نکلا، مکہ کے پہلے گھر میں گیا، میں نے دف اور مزامیر کی آواز سنی، جو کسی کی شادی پر بجائے جا رہے تھے، میں بیٹھ کر دیکھنے لگا، میرے کان پر حجاب ڈال دیا گیا، پس میں سو گیا، پھر دھوپ کی حرارت نے مجھے بیدار کیا، میں بغیر کچھ کیے واپس آ گیا، پھر دوبارہ بھی اسی طرح ہوا، اس کے بعد میں پھر کبھی غلط کام کا ارادہ نہیں کیا۔

۳۔ابوسفیان ابن حرب کی شہادت:

اسلام لانے سے قبل حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ شام میں ایک تجارتی سفر پر تھے، ہرقل شاہ روم کی طلب پر آپ بیت المقدس میں اس کے دربار میں گئے، وہاں پر دونوں کے درمیان ایک طویل مکالمہ ہوا، اسی گفتگو کے دوران ہرقل نے حضرت ابوسفیان سے پوچھا کہ نبی کریم علیہ السلام آپ لوگوں کو کس بات کا حکم دیتے ہیں، اس پر ابوسفیان کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

"قلت:یقول : اعبدوالله وحده ولا تشركوا به شئیاً ،واتركوا ما یقول آباء كم و یامرنا بالصلوٰة والزكاة، والصدق، والعفاف، والصلة"

ترجمہ: میں نے جواب دیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراو، باپ دادا کی بات ترک کردو، اور ہمیں نماز، زکات، صدقات، پاک دامنی، اور صلہ رحمی حکم دیتے ہیں۔

اب اس پر ہرقل کا تبصرہ دیکھیں:

"وسألتک بما یامركم ،فذكرت انه یا مركم ان تعبدوالله،و لا تشركوا به شئیا، و ینهاكم عن عبادة الاوثان ویامركم بالصلاة والصدق والعفاف فان كان ما تقول حقا فسیملک موضع قدمیَّ هاتین، و قد كنت اعلم انه

خارج، لم اكن اظن انه منكم ولو كنت عنده لغسلت عن قدمه۔(۱)

ترجمہ: اور میں نے آپ سے پوچھا کہ وہ کس بات کا حکم دیتے ہیں، تو آپ نے کہا کہ وہ اللہ کی عبادت اور ترک شرک کا حکم دیتے ہیں، بتوں کی پوجا سے روکتے ہیں، اور آپ کو نماز، سچائی اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں، اگر آپ کی باتیں سچی ہیں کہ تو عن قریب وہ اس جگہ کے مالک ہوں گے، مجھے معلوم تھا کہ وہ مبعوث ہوں گے مگر یہ گمان نہیں تھا کہ وہ آپ ہی میں سے ہوں گے، اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے قدم دھلتا۔

سیرت کی روشنی میں:

مالک کائنات نے آپ کو بچپن ہی سے پاک دامنی اور شرم وحیا کا وصف جمیل عطا فرمایا تھا، چنانچہ مدارج النبوۃ میں ہے:

ا۔"اگر عورت وے ظاہر شدے حرکت کردے وفریاد کردے تا باز پوشیدہ مے وگر تاخیر وتقصیر ے در پوشیدن می کردم از غیب پوشیدہ شدے"(۲)

ترجمہ: اگر آپ کی شرم گاہ کھل جاتی تو آپ مضطرب ہو جاتے، جب تک چھپا نہیں دیتی قرار نہیں آتا، چھپانے میں دیر یا کوتاہی ہو جاتی تو کوئی غیب سے آپ کی شرم گاہ چھپا دیتا۔

۲۔قلب مبارک کو ناجائز نفسانی خواہشات سے پاک کیا گیا:

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ الم نشرح کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ چار مرتبہ آپ کا مقدس سینہ مبارک چاک کیا گیا، اور اس میں نور وحکمت کا خزینہ بھرا گیا۔

پہلی مرتبہ جب آپ حضرت حلیمہ کے گھر تھے، اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ رہیں جن میں بچے مبتلا ہو کر کھیل کود کی طرف مائل ہو جاتے ہیں،

۱۔صحیح البخاری، ج اول، ص ۴، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، مکتبہ مصطفائی دیوبند

۲۔مدارج النبوہ: ۲/۲۱، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات

دوسری بار دس سال کی عمر شریف میں ہوا تا کہ جوانی کی پر آشوب شہوتوں کے خطرات سے بے خوف ہوجائیں، تیسری بار غار حرا میں شق صدر ہوا اور آپ کے قلب میں نور سکینہ بھر دیا گیا تا کہ آپ وحی الٰہی کے عظیم اور گراں بوجھ کو برداشت کر سکیں، چوتھی مرتبہ شب معراج میں آپ کے مبارک سینہ کو چاک کر کے نور و حکمت کے خزانوں سے معمور کیا گیا تا کہ آپ کے قلب مبارک میں اتنی وسعت اور صلاحیت پیدا ہوجائے کہ آپ دیدار الٰہی کی تجلیوں اور کلام ربانی کی ہیبتوں اور عظمتوں کے متحمل ہوسکیں۔(۱)

۳۔حضرت جعفر کی شہادت:

حضرت جعفر بن ابوطالب جب ہجرت کر کے حبشہ گئے اور وہاں شاہ حبشی نجاشی کے دربار میں حاضری ہوئی تو آپ نے ان الفاظ میں نبی کریم علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی:

أيها الملك، كنا قوماً أهل جاهلية، نعبد الأصنام، ونأكل الميتة، ونأتي الفواحش، ونقطع الأرحام، ونسيء الجوار، ويأكل القوي منا الضعيف، فكنا على ذلك، حتى بعث الله إلينا رسولاً منا نعرف نسبه وصدقه، وأمانته وعفافه، فدعانا إلى الله لنوحده ونعبده، ونخلع ما كنا نحن نعبد وآباؤنا من دونه من الحجارة والأوثان، وأمرنا بصدق الحديث، وأداء الأمانة، وصلة الرحم، وحسن الجوار، والكف عن المحارم والدماء، ونهانا عن الفواحش وقول الزور، وأكل مال اليتيم، وقذف المحصنات، وأمرنا أن نعبد الله وحده لا نشرك به شيئاً، وأمرنا بالصلاة والزكاة والصيام -(۲)

ترجمہ: اے بادشاہ! ہم جاہل لوگ تھے، بتوں کی پرستش کرتے، مردار کھاتے، برے کام کرتے، قطع رحمی کرتے اور پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، ہم میں طاقت ور کمزور کو کھا جاتا، ہم اسی حال پر تھے کہ اللہ تعالی نے ہمیں میں سے ہمارے پاس ایک رسول بھیجا، جس کے نسب، سچائی، امانت داری، اور پاک دامنی سے ہم آشنا تھے، اس نے ہمیں اللہ تعالی کی توحید

۱۔سیرۃ المصطفی، علامہ عبدالمصطفی اعظمی، ص ۶۵، اسلامک پبلیشر دہلی

۲۔السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، تحقیق مصطفی السقا ج۱، ۳۳۶ مطبع مصطفی البابی مصر

وعبادت کی دعوت دی اوران بتوں اور پتھروں کی عبادت ترک کرنے کا حکم دیا جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے، ہمیں سچائی، امانت داری، صلہ رحمی، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور محارم وخوں ریزی سے اجتناب کا حکم دیا، ہمیں بری باتوں، جھوٹ، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت بازی سے منع فرمایا، ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہمیں نماز، زکوۃ اور روزے کا حکم دیا۔

نتیجہ بحث:

مذکورہ آیات، احادیث اور دیگر مستند دلائل سے یہ بات مثل آفتاب روشن ہوگئی کہ سرور دوعالم کی ذات گرامی زندگی کے ہر اسٹیج پر صاف وشفاف آئینے کی مانند تھی، سیرت طیبہ کا حرف حرف آپ کی عفت و پاک دامنی، حیا ونظافت روحانی کی شہادت دیتا ہے، ایسے میں کچھ شر پسند عناصر کا یہ دعویٰ کہ معاذ اللہ آپ نے متعدد نکاح بالخصوص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کم سنی میں شادی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے فرمائی کہاں تک صحیح ہے؟ میں انصاف پسند قارئین کی عدالت میں معاملہ پیش کرتا ہوں کہ مذکورہ حقائق وشواہد کو دیکھیں، پھر فیصلہ کریں کہ کیا ایسی پاک باز ہستی پر مذکورہ الزام لگانا درست ہے:

جس کی نظر بار حیا سے ہمیشہ جھکی جھکی رہتی تھی۔
جس کی عفت و پاکدامنی کی گواہی خود رب ذوالجلال نے دی ہے۔
جس نے کسی اجنبیہ سے خلوت ومجالست کو حرام قرار دیا ہو۔
جس نے زندگی بھر کسی اجنبی خاتون کو ہاتھ تک نہ لگایا ہو۔
جس کے جانی دشمنوں نے اس کے پاک دامنی کی شہادت دی ہو۔
جس کے عہد شباب کے عینی شاہدین نے کبھی بھی آپ کی پاک دامنی پر انگشت نمائی نہ کی ہو۔
جس کا سینہ من جانب اللہ نفسانی خواہشات سے پاک کردیا گیا ہو۔

❁❁❁

شاہ گروہ عاشقاں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سرور خاصان حق، شاہ گروہ عاشقاں
آں کہ روحش کرد طے، ہر منزل وصل نگار

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ حیات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ آپ کی ذات اللہ کی ذات میں فنا تھی، حیات اقدس کا ہر لمحہ رضائے الٰہی کی جستجو اور عشق و وارفتگی میں گزرتا تھا، آپ علیہ السلام کا ہر قول، ہر عمل، ہر ادا، یاد الٰہی کی خوشبو سے معطر ہوتی تھی، جلوت ہو یا خلوت، دن ہو یا رات، اندھیرا ہو یا اجالا ہر حالت و کیفیت اور ہر مجلس و محفل میں قلب ناز ذکر الٰہی میں مشغول، روح مطہر یاد الٰہی میں مستغرق اور زبان نبوی ثنا خوانی رب سے تر رہتی تھی۔

انسانی تقاضوں کے تحت کچھ وقت اپنے اور اپنے اہل وعیال، اقارب و احباب کے لیے ضرور نکالتے تھے، مگر قلب بیدار اس وقت بھی یاد الٰہی سے غافل نہ ہوتا، پھر شب و روز ذکر خداوندی، دعوت وتبلیغ، احقاق حق، ابطال باطل، محتاجوں کی حاجت روائی، تنفیذ عدل، دفاع عن الظلم اور اس طرح کے دینی، ملی، قومی، معاشرتی، رفاہی اور دعوتی امور میں اس طرح سے ڈوبے رہتے کہ خیال غیر کی فرصت ہی کہاں رہتی، نفس کشی کی ایسی منزل پر فائز تھے کہ دل میں بے جا نفسانی خواہشات کا گزر تک نہیں ہوتا، آپ کے معمولات، مصروفیات اور مشاغل حیات کو دیکھیں تو آپ کو ایک لمحے کی فرصت نہیں ملتی کہ اپنے لیے بھی کچھ کرتے، ایسے میں یہ کہنا کہ معاذ اللہ آپ ہمیشہ خواہش نفسانی کے زیر اثر رہتے تھے، اسی لیے آپ نے متعدد نکاح فرمائے کس قدر ناانصافی والی بات ہے، جو ذات ہمیشہ یاد الٰہی میں مشغول ہوتی، جس کی خلوتیں بھی عبادت الٰہی سے آباد ہوتیں، جو اپنی ازواج کے پاس جا کر ان سے اجازت لے کر پوری رات عبادت و ریاضت میں بسر کر دے ان پر اس طرح کا گھناؤنا الزام لگانا دراصل الزام لگانے والوں کے دل میں موجود کدورت وخباثت کو ظاہر کرتا ہے۔

آپ اپنے رب کی یاد میں کس قدر وارفتہ تھے، اس کا اندازہ ذیل کی آیات کریمہ واحادیث کریمہ سے لگائیں، ارشاد ربانی ہے:

۱۔ ''وَوَجَدَکَ ضَآلًا فَهَدَى''(۱)

ترجمہ: اور اس نے تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

اس کی تفسیر میں امام قرطبی فرماتے ہیں:

"و قال بسام بن عبدالله ،ووجدک ضالا بنفسک لا تدری من انت ؟ فعرفک بنفسک وحالک ...و قیل ووجدک محبا للهدایة ،فهداک الیها، و یکون الضلال بمعنی المحبة" ۔(۲)

ترجمہ: بسام بن عبداللہ کے قول کے مطابق مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خود میں گم پایا آپ (وارفتگی میں) اپنی ذات تک کو بھلا چکے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی ذات وحالت کی معرفت کرائی۔

ایک قول کے مطابق یہ بھی ہے کہ آپ کو ہدایت کی محبت میں گم پایا تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی طرف رہنمائی فرمائی، ایسی صورت میں ''ضلال'' بمعنی محبت ہوگا۔

خزائن العرفان میں ہے:

''اپنی ذات وصفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا، مفسرین نے ایک معنی اس آیت کے یہ بھی بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی ذات وصفات اور مراتب ودرجات کی معرفت عطا فرمائی''۔(۳)

۲۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

''و تَبَتَّلَ اِلیه تَبتِیلا''۔(۴)

ترجمہ: اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے بنے رہو۔

تفسیر بغوی میں ہے:

---

[۱] ۔الضحی:۷

[۲] ۔تفسیر قرطبی زیر آیت مذکورہ

[۳] ۔زیر آیت مذکورہ ص ۱۰۹۷

[۴] ۔المزمل:۸

"وتبتل الیه تبتیلا " قال ابن عباس وغیرہ : اخلص الیه اخلاصا، وقال الحسن:اجتهد،وقال ابن زید: تفرغ لعبادته، قال سفیان:توکل علیه توکلا، و قیل :القطع الیه فی العبادۃ انقطاعا۔۔۔۔قال زید بن اسلم : التبتل رفض الدنیا و ما فیها و التماس ما عنداللہ "۔(۱)

ترجمہ:اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل سے ہوجاؤ،حسن نے فرمایا: کوشش کرو، ابن زید کے مطابق اس کی عبادت کے لیے فارغ ہوجاؤ،سفیان نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ اس کی عبادت کے لیے دنیا سے بالکل کنارہ کشی کرلو، زید بن اسلم کا قول ہے کہ تبتل کا معنی یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کی چیزوں کو چھوڑ کر اللہ کی رضا تلاش کرو۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

"ای اکثر من ذکرہ، و انقطع الیه و تفرغ لعبادته اذا فرغت من اشغالک"۔ (۲)

ترجمہ: یعنی زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو،اس کے لیے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرلو،اس کی عبادت کے لیے فارغ ہوجاؤ، جب تم اپنے مشاغل اور دنیاوی ضروریات سے فرصت پاجاؤ۔

تفسیر ابن عاشور میں ہے:

" ای تفرغ البال والفکر الی ما یرضی اللہ، فکانه انقطع عن الناس و انحاز الی جانب اللہ"۔(۳)

ترجمہ: یعنی اپنے خیال وفکر کو اللہ کی پسندیدہ چیزوں کے لیے فارغ کرلو، گویا آپ لوگوں سے کٹ کر اللہ کے سایہ کرم میں پناہ گزیں ہوگئے تھے۔

۱۔**تفسیر البغوی**،امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی ج ۴ ص ۴۰۹،دار المعرفۃ بیروت لبنان

۲۔**مختصر تفسیر ابن کثیر**،الامام الحافظ عماد الدین ابی الفدا اسماعیل بن کثیر الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ، ج ۳ ص ۵۶۴،دار القرآن الکریم بیروت

۳۔زیر آیت مذکورہ

٣۔ ۔قُلۡ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحۡيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِينَ ۔ (۱)

ترجمہ: تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

تفسیر صراط الجنان میں ہے:

''یہاں جو کہا گیا وہ حقیقتاً ایک مومن کی زندگی کی عکاسی ہے کہ ایک مسلمان کا جینا مرنا، عبادت اور ریاضت سب کچھ اللہ عزوجل کے لیے ہونا چاہئے ،زندگی اللہ عزوجل کی رضا کے کاموں میں اور جینے کا مقصد اللہ عزوجل کے دین کی سربلندی ہو''۔(۲)

۴۔حدیث شریف میں ہے:

"عن علقمة، قال: سألت ام المومنين عائشة يا ام المومنين كيف كان عمل النبی؟ هل كان يخص شئياً من الايام؟ قالت :لا ،كان عمله ديمةً وايكم يستطيع ماكان النبی يستطيع"۔(۳)

ترجمہ: حضرت علقمہ سے مروی ہے،انہوں نے فرمایا کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل (عبادت و ریاضت) کسی دن کے لیے خاص تھا؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں، وہ تو ہمیشہ عمل کرتے تھے،اور تم میں کون ہے جو ان کی طرح عمل کر سکے؟۔

❁❁❁

۱۔انعام:۱۶۲

۲۔زیر آیت مذکورہ

۳۔**صحیح البخاری**، کتاب الرقاق،ص ۱۸۰۹،الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول وعمل اللہ کے حکم سے ہوتا تھا

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول وعمل، حرکت وسکون، ادا وقضا سب اللہ کی مشئیت سے ہوتا تھا، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی ؕ اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ۙ۔[1]

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بھی قول وعمل اپنی خواہش سے نہیں بلکہ اللہ کی رضا سے ہوتا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ :حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ ۔ (۲)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے تین چیزوں سے محبت عطا کی گئ: عورت، خوشبو، اور میری آنکھوں کا قرار نماز میں رکھا گیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام نے دنیا کی کسی چیز سے اگر محبت کی ہے تو وہ صرف تین چیزیں ہیں۔ ۱۔عورت ۲۔خوشبو ۳۔نماز، اور ان تینوں سے محبت اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کی مرضی سے کی، پتہ چلا کہ آپ نے عورتوں سے نکاح بھی اپنے رب کی مرضی سے کیا ہے، اس لیے آپ کے نکاح کو لے کر اعتراض درحقیقت رب تعالیٰ پر اعتراض ہے۔

صحیح ابوداود میں ہے:

"اوتیت الکتاب ومثلہ معہ"(۳)

ترجمہ: مجھے قرآن اور اس کے جیسی چیز عطا کی گئ۔

---

[1]۔سورۃ النجم:۴

[2]۔**سنن النسائی، کتاب عشرۃ النساء**، باب حب النساء، ج ۲ ص ۷۷، مکتبہ تھانوی دیوبند

[3]۔**صحیح ابوداؤد**، امام سلیمان بن اشعث ابی داود السجستانی حدیث: ۴۶۰۴

یہ حقیقت بھی سامنے رہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے اقوال وافعال کو ''وحی غیر متلو'' کہا جاتا ہے، چنانچہ اصول فقہ کی معروف کتاب نورالانوار میں ہے:

''والوحی اما متلو وھو الکتاب او غیرہ وھو السنۃ۔(۱)

ترجمہ: وحی یا تو متلو ہوگی اور وہ قرآن ہے، یا غیر متلو اور وہ سنت رسول ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وعمل من جانب اللہ ہوتا تھا۔

❁❁❁

۱۔ص ۹، مجلس برکات مبارک پور

اسلام میں نکاح اوراس کےفوائد

نکاح کی تعریف:

نکاح ایسے عقد کو کہتے ہیں جو ملک متعہ کے لیے وضع کیا گیا ہو، چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب ''شرح وقایہ'' میں ہے:

''ھو عقد موضوع لملک المتعة،ای حل استمتاع الرجل من المرأة''۔ (۱)

ترجمہ: نکاح ایسا عقد ہے جو ملک متعہ کے لیے وضع کیا گیا ہے، یعنی جس کے سبب مرد کا عورت سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہوجاتا ہے۔

شریعت اسلامیہ میں نکاح کے اغراض ومقاصد:

کتاب وسنت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں نکاح کا مقصد محض جنسی خواہش کی تسکین نہیں ہے، بلکہ اس کے متعدد اغراض ومقاصد ہیں، مثلاً:

۱۔ بدنگاہی اورزنا سے حفاظت:

حدیث شریف میں ہے:

" یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر و احصن للفرج و من لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء۔ (۲)

ترجمہ: اے جوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے تو وہ نکاح کرے، کیوں کہ نکاح نگاہ کا پردہ اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا ہے، اور جو طاقت نہ رکھے اس پر روزہ ہے کہ وہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔

۱۔ **شرح الوقایة**، ص۸ کتاب النکاح، مجلس برکات مبارک پور

۲۔ **بخاری** ج۲ ص۷۵۸، مجلس برکات مبارپور

۲۔نسل انسانی کی افزائش:

حدیث شریف میں ہے:

جاء رجل الی النبی ﷺ فقال: انی اصبت امرأة ذات حسب و جمال و انها لا تلد، أفاتزوجها، قال : لا، ثم اتاه الثانية فنهاه ،ثم اتاه الثالثة، فقال :تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم۔(۱)

ترجمہ: ایک شخص نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا،عرض کیا کہ مجھے ایک عورت ملی ہے جو خاندانی اور خوبصورت ہے،مگر وہ بانجھ ہے،کیا میں اس سے نکاح کرلوں؟ حضور نے فرمایا :نہیں، پھر آیا، پھر حضور نے منع فرمادیا، تیسری بار آیا تو فرمایا: اس خاتون سے نکاح کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو، کیوں کہ بروز قیامت میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔

۳۔مرد کی اولاد اور اس کے مال ومتاع کی دیکھ بھال:

حدیث شریف میں ہے:

" عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال خير نساءٍ ركبن الابل صالح نساء قريش ،احناه على ولد فی صغره وا رعاه على زوج فی ذات يده"۔(۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹوں پر سوار ہونے والی خواتین میں بہتر قریش کی نیک خواتین ہیں، جو چھوٹے بچوں پر نہایت شفیق اور اپنے شوہر کے مال ومتاع کی حفاظت کرتی ہیں۔

۴۔قلبی سکون کی تحصیل:

ارشادِ ربانی ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ۔(۳)

۱۔صحیح ابوداؤد، امام سلیمان بن اشعث ابی داود السجستانی، کتاب النکاح، باب فی تزویج الابکار، ص ۲۸۰ مکتبہ تھانوی دیوبند

۲۔صحیح البخاری، کتاب النکاح، ج ۲ ص ۷۶۰، مجلس برکات مبارکپور

۳۔الروم:۲۱

ترجمہ: اوراس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے تا کہ ان سے آرام پاؤاور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی ۔

۵۔ پاک دامنی کا حصول:

ارشاد ربانی ہے:

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ''۔(۱)

ترجمہ: اور پاک دامن عورتیں مسلمانوں میں سے اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی ،تو تم انہیں ان کے مہر دو، نکاح میں لاتے ہوئے ، نہ مستی نکالتے ہوئے ،اور نہ رکھیل بناتے ہوئے۔

علاوہ ازیں بہت سارے مقاصد ہیں جن کا ذکر طوالت سے خالی نہیں۔

عورت کا حسن و جمال معیار انتخاب نہیں:

آج کے سماج میں عورت سے نکاح عموما اس کی خوبصورتی دیکھ کر کی جاتی ہے،مگر اسلام میں بیوی کے طور پر عورت کا انتخاب حسن و جمال کی بنیاد پر نہیں بلکہ دین داری اور تقویٰ وطہارت کی بنیاد پر کرنے کا حکم ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ۔(۲)

ترجمہ: خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں پاک مرد کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ۔

۱۔المائدہ:۴

۲۔النور:۲۶

حدیث شریف میں ہے:

"عن ابی ہریرة عن النبی ﷺ قال تنکح المرأة لاربع لمالها و لحسبها و لجمالها و لدینهافاظفر بذات الدین تربت یداک"۔(۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ نبی کریم علیہ السلام سے راوی، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، اس کی مالداری کی بنیاد پر، اس کے خاندان کی بنیاد پر، اس کے حسن و جمال کی بنیاد پر اور اس کی دینداری کی بنیاد پر، تو دیندار عورت کو حاصل کر، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے:

"الدنیا کلها متاع و خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة"۔(۲)

ترجمہ: دنیا کل کی کل پونجی ہے تو دنیا کہ بہترین دولت نیک عورت ہے۔

تیسری حدیث میں ہے:

"المومن بعد تقوی الله خیر له من زوجة صالحة ،ان امرها اطاعته و ان نظر الیه سرته و ان اقسم علیها ابرته و ان غاب عنها نصحته فی نفسها وماله"۔(۳)

ترجمہ: تقوی کے بعد ایک مرد مومن کے لیے سب سے بہترین چیز نیک عورت ہے، اگر اس کو حکم دے تو وہ اطاعت کرتی ہے، اسے دیکھے تو خوشی دیتی ہے، اس پر قسم کھائے تو پوری کرتی ہے، غیر حاضر ہو تو اس کے مال اور اپنی عصمت کی حفاظت کرتی ہے۔

چوتھی حدیث میں ہے:

"لا تزوجوا النساء لحسنهن فعسی حسنهن ان یردیهن ولا تزوجواهن لاموالهن فعسی اموالهن ان تطغیهن و لکن تزوجواهن علی الدین ولامة خرماء سوداء ذات دین افضل"۔(۴)

۱۔ **صحیح البخاری، کتاب النکاح، ج ۲ ص ۷۶۲، مجلس برکات مبارک پور**

۲۔ **صحیح مسلم، کتاب الرضاع، ج ۱ ص ۴۷۵، مجلس برکات مبارک پور**

۳۔ **سنن ابن ماجه،** کتاب النکاح، باب افضل النساء، ص ۱۳۳، مکتبہ تھانوی دیوبند، حدیث ۱۹۲۲

۴۔ **سنن ابن ماجه،** کتاب النکاح، باب افضل النساء ۱۳۴، مکتبہ تھانوی دیوبند، حدیث ۱۹۲۲

ترجمہ: عورتوں سے ان کے حسن کی وجہ سے نکاح نہ کرو کہ اکثر حسن انہیں تباہ کر دیتا ہے، نہ مال کی بنیاد پر کہ مال سے ان کے اندر سرکشی پیدا ہوتی ہے، ہاں دینداری کی وجہ سے نکاح کرو، ایک کان کٹی، کالی، دیندار باندی خوبصورت آزاد عورت سے بہتر ہے۔

نکاح کے فوائد:

نکاح کے فوائد بیان کرتے ہوئے شارح صحیح مسلم حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب (نور اللہ مرقدہ) فرماتے ہیں:

''نکاح کے فوائد میں سے ایک اہم فائدہ اولاد کا حصول ہے، اسی مقصد کے لیے نکاح کو مشروع کیا گیا ہے، اس سے مطلوب نسل انسانی کی بقا اور اس کا فروغ ہے، انسان میں شہوت اس لیے رکھی گئی ہے کہ مذکر بیج کا اخراج کرے اور مؤنث کی کھیتی میں اس کی کاشت کرے، اللہ تعالی چاہتا تو اس کے بغیر بھی نسل انسانی کی افزائش عمل میں لا سکتا تھا، لیکن اللہ تعالی کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ اسباب کا مسببات پر ترتیب ہو، انسان حصول اولاد کے لیے جو کوشش کرتا اس میں اللہ تعالی کے ساتھ اس کی محبت کا دخل ہے، کیوں کہ وہ اس کے حکم کی اطاعت میں طلب اولاد کی کوشش کرتا ہے، دوسرے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی محبت کا اظہار ہوتا ہے، کیوں کہ وہ آپ کی امت کی تکثیر کے لیے جدو جہد کرتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ نیک اولاد کی دعا سے برکت حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے، چوتھے یہ کہ وہ اولاد کی عمدہ تربیت کر کے ملک وملت کی تعمیر اور اس کے استحکام کے لیے افراد مہیا کرتا ہے، پانچویں یہ کہ اولاد کی وجہ سے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اس حصہ پر عمل کا موقع ملتا ہے، جس کا تعلق اولاد سے ہے، چھٹے یہ کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جن احکام کا تعلق اولاد سے ہے اولاد کی وجہ سے ان احکام پر عمل کا موقع ملتا ہے، ساتویں یہ کہ اولاد کی تربیت اور پرورش کر کے وہ اللہ تعالی کی صفت ربوبیت کا مظہر ہو جاتا ہے، آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو اولاد اس کا دست و بازو بن جاتی ہے، نواں فائدہ یہ ہے کہ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں تو ان کی وجہ سے انسان کا گھر میں دل بہلتا ہے، بیمار ہو جائے تو بچے اس کی تیمارداری کرتے ہیں، بچوں کی کفالت کی وجہ سے انسان کے دل میں زیادہ سے زیادہ کمانے اور محنت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے،

جس سے ملک وملت کی تعمیر وترقی میں اضافہ ہوتا ہے، بچوں کی وجہ سے انسان کے دل میں رحم اور ہمدردی پیدا ہوتی ہے، معاشرہ میں وہ الگ تھلگ نہیں رہتا اور اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، نیز اولاد کی وجہ سے انسان کی تمدنی زندگی میں اضافہ ہوتا ہے، اولاد کی شادی، بیاہ کے معاملات کی وجہ سے نئے نئے لوگوں سے تعلقات پیدا ہوتے ہیں، اوردسواں فائدہ یہ ہے کہ اولاد اگر بچپن میں فوت ہوجائے تو ماں باپ کی شفاعت کرتی ہے، سنن ابن ماجہ میں ہے:

وعن علي قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:إن السقط ليراغم ربه إذا أدخل أبويه النار، فقال: أيها السقط المراغم ربه! أدخل أبويک الجنة فيجرهما بسرره حتى يدخلهما الجنة.(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک نا تمام (کچے) بچے کے ماں باپ کو جہنم میں داخل کیا جائے گا تو وہ بچہ اپنے ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالی سے جھگڑا کرے گا اور پھر کہا جائے گا اے جھگڑالو نا تمام بچے اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کردے، پھر وہ بچہ اپنی ناف کے ذریعے اپنے ماں باپ کو کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔

گیارہواں فائدہ یہ ہے کہ بسااوقات اولاد کی نیکیوں سے ماں باپ کی مغفرت ہوجاتی ہے، امام رازی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قبر سے گزر ہوا تو دیکھا کہ عذاب کے فرشتے میت کو عذاب دے رہے ہیں، جب دوبارہ اس قبر سے گزرے تو دیکھا کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس نور کے طباق لیے بیٹھے ہیں، حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام یہ دیکھ کر حیران ہوئے، انہوں نے نماز پڑھ کر اللہ تعالی سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کی، اے عیسیٰ! یہ گناہ گار تھا اور جب سے مرا ہے عذاب میں گرفتار تھا، جب یہ مرا تھا تو اس کی بیوی امید سے تھی اس کا بچہ پیدا ہوا اور جب بڑا ہوا تو اس کی ماں نے اس کو مدرسہ میں داخل کردیا اور عالم نے اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اس سے مراد یہ معنی ہیں، الفاظ نہیں اس کا معنی مراد ہے خواہ کسی الفاظ میں ہو) پڑھائی، پھر مجھے اس بات سے حیا آئی کہ میں اس شخص کو زمین کے نیچے عذاب دوں جس کا بیٹا زمین کے اوپر میرا نام لیتا ہے۔

۱۔سنن ابن ماجہ

نکاح کے فوائد میں سے یہ ہے کہ انسان کی شہوت کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور شہوانی خرابیوں کا سد باب ہو جاتا ہے، اس کی نظر پاکیزہ ہوتی ہے اور شرمگاہ گناہوں سے بچی رہتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نکاح کر لیتا ہے وہ اپنے نصف دین کو محفوظ کر لیتا ہے پس باقی نصف دین کو محفوظ کرنے کے لیے خدا سے ڈرنا چاہیے۔(۱)

جو شخص بغیر نکاح کے مجرد زندگی گزارتا ہے اس کو معاشرے میں زیادہ عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا، ایسے شخص کو بسا اوقات کسی مہذب سوسائٹی میں رہنے کے لیے مکان کے حصول میں بھی بڑی دشواری ہوتی ہے۔

نکاح کے فوائد میں سے یہ ہے کہ انسان کو اپنی بیوی کے ذریعہ سکون ملتا ہے، اللہ تعالی نے حضرت آدم کے لیے حضرت حوّا کو زوج بنانے کی حکمت بیان فرمائی: لتسکن الیھا، تاکہ حضرت آدم کو حوّا سے سکون حاصل ہو، اور جب انسان بیوی کے ساتھ بات چیت اور ملاعبت میں مشغول رہتا ہے تو اس کو راحت ملتی ہے اور اس کے بعد وہ عبادت کو یکسوئی اور طمانیت کے ساتھ کر سکتا ہے۔ بیوی اس کی زندگی کے تمام معاملات میں رفیق ہوتی ہے، محرم راز ہوتی ہے، مونس اور غمگسار ہوتی ہے، ذہنی اور جسمانی قرب جس قدر انسان کو اپنی بیوی سے ہوتا ہے کسی اور سے نہیں ہوتا۔۔۔سنن نسائی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہاری دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں: خوشبو اور عورت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان باللہ کے بعد انسان پر اللہ تعالی کی سب سے بڑی نعمت نیک بیوی ہے۔

نکاح کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ نکاح کی وجہ سے انسان کی قوت عمل میں اضافہ ہوتا ہے، اس پر بیوی اور بچوں کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور ان کے حقوق اور فرائض اس کے ساتھ متعلق ہو جاتے ہیں، وہ ان کی بہتری کے لیے کوشش کرتا ہے، ان کو برے اور ناجائز کاموں سے دور رکھتا ہے اور ان کے لیے نیکی اور اچھائی کے حصول کی کوشش کرتا ہے، بسا اوقات ان کی ناگوار

۱۔طبرانی

اور ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرتا ہےاور صبر کا اجر لامحدود ہے، انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب، ترجمہ: صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا"۔

وہ اپنے اہل اور اولاد کا والی، داعی اور حاکم ہوتا ہے۔ اور ولایت اور حکومت کا اجر بہت زیادہ ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عادل والی کا ایک دن ستر سال کی عبادت سے افضل ہوتا ہے۔ (طبرانی) نیز آپ نے فرمایا: تم سے ہر شخص اپنی رعیت کا نگہبان ہے اور ہر شخص اپنی رعیت کی طرف سے جواب دہ ہوگا (بخاری و مسلم) قوا انفسکم واهليكم نارا اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کے عذاب سے بچاؤ اور جو شخص اپنی اور اپنے اہل عیال کی اصلاح میں مصروف ہو اس کا مرتبہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو صرف اپنی اصلاح کرے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اچھی طرح نماز پڑھتا ہو اور اس کے بچے زیادہ ہوں اور مال کم ہو اور وہ شخص مسلمانوں کی غیبت نہ کرتا ہو میں اور وہ جنت میں ایک ساتھ ہوں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی شخص کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالی اسے بال بچوں کے گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ صرف روزی کی طلب سے ہو جاتا ہے۔

خلاصہ:

یہ ہے کہ نکاح کرنے سے زوجہ کا انس اور اس کی رفاقت حاصل ہوتی ہے اور اولاد کی تربیت سے انسان کو دنیا اور آخرت کی بہت سی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں اور نکاح ہی کی وجہ سے انسان اپنے بال بچوں کی ذمہ داریاں سنبھال لیتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ صرف اپنے لیے جینا اور مال کمانا اتنی اہم چیز نہیں ہے جتنا اوروں کے لیے جینا اور انہیں با کمال بنانا ہے۔(۱)

۱۔شرح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی، کتاب النکاح، ج ۳ ص ۶۷۷، فرید بک اسٹال لاہور

اسلام میں نکاح کی عمر

اسلامی نقطہ نظر سے لڑکا یا لڑکی جب بالغ ہو جائیں اور اپنی پسند و ناپسند میں امتیاز کر سکیں تب ان کی شادی کر دینی چاہیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ (۱)

ترجمہ: تم نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہیں اچھی لگیں، دو دو، تین تین، چار چار۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَٱبْتَلُوا۟ ٱلْيَتَٰمَىٰ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغُوا۟ ٱلنِّكَاحَ۔ (النساء: ٦)

ترجمہ: یتیموں (نابالغ بچوں/بچیوں) کو آزماؤ یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہونچ جائیں۔

حدیث شریف میں ہے:

"یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر و احصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء"۔ (۲)

ترجمہ: اے جوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے تو وہ نکاح کرے، کیوں کہ نکاح نگاہ کا پردہ اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا ہے، اور جو طاقت نہ رکھے اس پر روزہ ہے کہ وہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔

مگر نابالغی میں بھی نکاح کرنا بلا کراہت جائز اور کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَ اللاَّئی یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّ اللاَّئی لَمْ یَحِضْنَ۔ (۳)

۱-سورۃ النساء: ۲۴

۲-صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، ج ۲ ص ۷۵۸ مطبع مصطفائی دیوبند

۳-الطلاق: ٤

ترجمہ: اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ(۱)

ترجمہ: اور طلاق والی عورتیں اپنی جانوں کو تین حیض تک روکے رہیں۔

تیسری جگہ ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔(۲)

ترجمہ: اور تم میں سے جو مر جائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ بیویاں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔

صحیح حدیث شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم تزوجها و هى بنت ست سنين وادخلت عليه و هى بنت تسع سنين و مكثت عنده تسعا۔(۳)

ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے چھ سال کی عمر میں نکاح فرمایا، نو سال کی عمر میں خلوت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نو سال رہیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

عن عثمان بن عفان قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم على فتية فقال: من كان منكم ذا طول فليتزوج فانه اغض للبصر و احصن للفرج و من لا فالصوم له وجاء۔(۴)

۱۔ البقرہ:۲۲۸

۲۔ البقرہ:۲۳۴

۳۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب انکاح الرجل ولدہ الصغار، ج ۲، ص:۷۷۱، مطبع مصطفائی، دیوبند

۴۔ سنن النسائی: کتاب النکاح، باب الحث علی النکاح، ج ۲، ص ۵۶ مکتبہ تھانوی دیوبند

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نوجوانوں کی جماعت کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا تم میں سے جو قدرت والا ہو وہ نکاح کرلے، کہ نکاح نگاہ کے لیے پردہ اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے، اور جو طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ روزہ رکھے کہ روزہ نفسانی خواہش کو توڑنے والا ہے۔

مذکورہ حدیث میں "فتیۃ" کا لفظ ہے، لغت میں فتیۃ، ''فتی'' کی جمع ہے اور ''فتی'' اس نوجوان کو کہتے ہیں جو مراہقت اور رجولت کے درمیان ہو۔ (۱)

خود نبی کریم علیہ السلام نے عملی طور سے اپنی اولاد کا نکاح کم عمری میں فرمایا، چنانچہ سیدہ زینب کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے، سیدہ رقیہ کا نکاح عتبہ بن ابولہب سے اور سیدہ ام کلثوم کا نکاح عتیبہ سے فرمایا جب کہ نکاح کے وقت سیدہ زینب کی عمر دس سال، سیدہ رقیہ کی عمر سات سال اور سیدہ ام کلثوم کی چھ سال تھی، یہ بعثت والے سال کی عمر ہے، اور حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کا نکاح بعثت سے قبل ہی ہو چکا تھا۔ (۲)

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم کا عمل ملاحظہ فرمائیں:

حضرت سہلہ بنت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں:

ولدت یوم خیبر یوم فتح النبی خیبر فسمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" سھلة" وقال: سھل اللہ امرک، و ضرب لی بسھم و زوجنی عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنه یوم ولدت" (۳)

ترجمہ: میری ولادت خیبر کے دن ہوئی جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کی، تو حضور علیہ السلام نے میرا نام "سہلہ" رکھا، اور فرمایا اللہ تیرا معاملہ آسان فرمائے اور مال غنیمت میں میرا حصہ بھی لگایا، اور اسی دن حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے میرا نکاح بھی کردیا۔

اسی طرح نبی کریم علیہ السلام نے حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا جب کہ وہ سترہ سال کی بھی نہیں ہوئی تھیں۔

۱۔ **المعجم الوسیط**، ص ۸۰۷

۲۔ **زواج السیدة عائشه رضی اللہ عنہا**، ص 17۔ خلیل ابراہیم ملا خاطر، المدینۃ المنورۃ ط: ۱۴۰۵

۳۔ **زواج السیدة عائشه رضی اللہ عنہا**، ص 17۔ خلیل ابراہیم ملا خاطر، المدینۃ المنورۃ ط: ۱۴۰۵

چنانچہ المستدرک للحاکم میں ہے:

وجهدی ان بلغت سبع عشرة سنة ليلة اذ دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔(۱)

یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ خلوت فرمائی اس وقت میں تقریباً سترہ سال کی تھی۔

اسی طرح سے سیرت وحدیث کی کتابوں سے ثابت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت امامہ بنت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کا نکاح سلمہ بن ابوسلمہ کے ساتھ نابالغی کی عمر میں کردیا تھا۔(۲)

اجماع سے ثبوت:

امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے کہ نابالغ بچی اور بچوں کا نکاح باپ یا دادا کم سنی میں کرسکتے ہیں، اس پر چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

قال المهلب:اجمعوا انه يجوز للاب تزويج ابنته الصغيرة والبكرولو كانت لا يوطا مثلها۔(۳)

ترجمہ: حضرت مہلب کا ارشاد ہے کہ باپ اپنی نابالغ اور باکرہ بچی کا نکاح کرسکتا ہے اگرچہ وہ قابل وطی نہ ہو۔

۲۔ قال النووی: واجمع المسلمون على جواز تزويج الاب ابنته البكر الصغيرة ۔(۴)

ترجمہ: امام نووی نے فرمایا: اور مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ باپ اپنی نابالغ باکرہ لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے۔

۱۔ **المستدرک علی الصحیحین**، امام الحافظ، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری، ج۴، ص۳۰، ذکر الصحابیات من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ **زواج السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا**، ص۲۰۔ خلیل ابراہیم ملا خاطر، المدینۃ المنورۃ ط:۱۴۰۵

۳۔ **زواج السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا**، ص۲۱۔ خلیل ابراہیم ملا خاطر، المدینۃ المنورۃ ط:۱۴۰۵

۴۔ **زواج السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا**، ص۲۱۔ خلیل ابراہیم ملا خاطر، المدینۃ المنورۃ ط:۱۴۰۵

۳۔ قال ابن المنذر اجمع كل من يحفظ عنه من اهل العلم ان نكاح الاب ابنته البكر الصغيرة جائز اذا تزوجها من كفو و يجوز له تزوجها مع كراهيتها و امتناعها۔[1]

ترجمہ: ابن منذر کے بقول تمام مستند اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ باپ اپنی نابالغ باکرہ بیٹی کا نکاح کرسکتا ہے، بشرطے کہ کفو سے کرے، اور یہ بات لڑکی کی ناپسندیدگی اور منع کے باوجود بھی جائز ہے۔

۴۔ قال الامام البغوى : اتفق اهل العلم على انه يجوز للاب والجد تزويج البكر الصغيرة ۔[2]

ترجمہ: امام بغوی کا ارشاد ہے کہ تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ باپ اوردادا اپنی نابالغ باکرہ بچی کا نکاح کر سکتے ہیں۔

[1]۔زواج السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا،ص۲۱۔خلیل ابراہیم ملا خاطر،المدینۃ المنورۃ ط:۱۴۰۵

[2]۔شرح السنۃ،امام بغوی،ج۹ص۳۷

ہندو دھرم میں نکاح کا تصور

ہندو دھرم میں نکاح (विवाह) کا مطلب اور اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

وواہ کا معنی: لغوی اعتبار سے وواہ (विवाह) کا معنی شادی اور نکاح کے ہیں، مذہبی اعتبار سے ''وواہ'' اس کو کہتے ہیں کہ مکمل پاک دامنی، تعلیم، طاقت کے حصول، ہر طرح سے اچھے اعمال، عمدہ صفات و عادات میں برابری آپسی رضامندی سے اولاد پیدا کرنے اور اپنے اپنے طبقے و نسل کے مطابق اچھے کام کرنے کے لیے عورت اور مرد کا تعلق ہونا۔(۱)

شادی کے مقاصد:

۱۔ ہندو دھرم کے گرنتھوں بالخصوص ویدوں میں وواہ کے بہت سارے اغراض و مقاصد بیان کیے گئے ہیں، مثلاً: شادی شدہ ہوکر دیووں کے لیے یگ کرنا، اولاد پیدا کرنا کہ بنا اس کے مرد کے زندگی نامکمل ہے۔شت پتھ پران میں ہے:

''بیوی شوہر کی نصف ہے، اس لیے جب تک مرد وواہ نہیں کرتا ہے اور جب تک اولاد پیدا نہیں کرتا ہے تب تک وہ کامل نہیں''۔(۲)

۲۔ گھر و خاندان کی دیکھ بھال کرنا، اہل وعیال کی پرورش و تربیت کرنا، شوہر کی خدمت کرنا اور آپس میں ایک دوسرے کو راحت وسکون پہنچانا، بزرگوں و مہمانوں کی عزت و توقیر اور ان کی خاطر و تواضع کرنا، اور پریشانی یا ضعف کے عالم میں باہمی دلجوئی کرنا اور ایک دوسرے کو سہارا دینا۔(۳)

۳۔ منو مہراج نے بھی انہیں سے ملتے جلتے کچھ مقاصد بیان کیے ہیں، وہ کہتے ہیں:

۱۔سنسکار ودھی، ص ۱۲۹

۲۔شت پتھ براہمن ۵۔۲۔۱۔۱۰

۳۔رگ وید، م ۳، سوتر ۵۳، م ۴

उत्पादनमपत्यस्य जातस्य परिपालनम्!

प्रत्यहं लोकयात्रायाः प्रत्यक्षं स्त्री निबन्धनम!!

اولاد پیدا کرنا، پیدا ہوئے کی پرورش کرنا، روزانہ گھر کا کام کرنا، ان تمام چیزوں کی براہ راست ضرورت عورت ہی ہے۔(۱)

अपत्यं धर्मकार्याणि शुश्रू ष रतिरूत्तमा!

दाराधीनस्तथा स्वर्गः पितहृणामात्मनश्चह!!

اولاد، مذہبی ملی خدمات، اعلیٰ آبا و اجداد اور اپنے لیے سورگ (स्वर्ग) کا سامان یہ تمام کام عورت سے ہی متعلق ہیں۔(۲)

بیوی کے انتخاب کا معیار:

کس لڑکی سے شادی کریں اور کس سے نہ کریں، کس خاندان سے دلہن کا انتخاب بہتر ہے اور کس سے نہیں؟ اس سلسلے میں ہندو دھرم گرنتھوں میں بہت سی ہدایات دی گئی ہیں، مہا بھارت میں کہا گیا ہے کہ دولہن اور اس کا خاندان دولت اور علم میں دولہا اور اس کے خاندان کے مثل ہونا چاہئے۔

اشولائن گرہ سوتر (अश्वलायण गरहस्त्र) نے ایسی لڑکی کے ساتھ شادی (विवाह) کرنے کو کہا ہے جو دانشمند ہو، خوبصورت ہو نیک سیرت ہو، اچھے اوصاف والی ہو اور صحت مند ہو۔(۳)

وشنو دھرم سوتر میں لکھا ہے کہ زیادہ بالوں والی، زیادہ اعضا والی، ٹوٹے پھوٹے اعضا والی، باتونی اور پیلی آنکھوں والی لڑکی سے شادی نہیں کرنی چاہئے بلکہ بے عیب اعضا والی ہنس یا ہاتھی کی طرح مستی سے چلنے والی، جس کے جسم پر بال چھوٹے ہوں، جس کے دانت چھوٹے چھوٹے ہوں، اور جس کا جسم نرم ہو اس سے شادی کرنی چاہئے۔(۴)

۱۔ منوسمرتی، ادھیائے ۹، شلوک ۲۷

۲۔ منوسمرتی، ادھیائے ۹، شلوک ۲۸ بحوالہ ''اسلام اور ہندو دھرم کا تقابلی مطالعہ، ڈاکٹر محمد احمد نعیمی، ج ۲ ص ۵۳۵، ۵۳۶

۳۔ اشولائن، گرہ سوتر ۱۔ ۵۔ ۳

۴۔ وشنو دھرم سوتر، ۱۴۔ ۱۲۔ ۱۶

وشنو پران کا نظریہ ہے کہ لڑکی کے نیچے کے ہونٹ یا ٹھوڑی پر بال نہیں ہونے چاہئے، اس کا سر کوے کی طرح سخت نہیں ہونا چاہئے، اس کے گھٹنوں اور پیروں پر بال نہیں ہونے چاہئے، ہنسنے پر اس کے گالوں میں گڈھے نہیں پڑنے چاہئیں اور اس کا قد نہ تو بہت چھوٹا اور نہ ہی بہت لمبا ہونا چاہئے۔(۱)

اس سلسلے میں منومہراج نے بڑا تفصیلی وتوضیحی دستور قلم بند کیا ہے چنانچہ منواسمرتی میں ہے:

असपिण्डा च या मातु रसगोत्रा च या पितु!

सा प्रशस्ता द्विजातीनां दारकर्मणि मैथुने!!

جو لڑکی ماں کی سات پیڑی کے درمیان کی نہ ہو، باپ کے خاندان یا قبیلے کی نہ ہو، وہ دو جاتیوں یعنی برہمن چھتری اور ویش کے شادی کرنے اور اولاد پیدا کرنے کے لائق ہوتی ہے۔(۲)

उत्तमैरूत्तमैनित्यं सम्बन्धाना चरेत्सह!

निनीषु कुलमुत्कर्ष मघमान घमांसत्यजेत!!

اپنے خاندان کو ترقی دینے کی خواہش رکھنے والا آدمی اچھے خاندان، اخلاق، تعلیم اور کردار والوں کے ساتھ رشتہ قائم کرے مگر ذلیلوں کے ساتھ کبھی تعلق قائم نہ کرے۔(۳)

مذکورہ بالا اشلوکوں میں لڑکی کے خاندان کے بارے میں تجویز پیش کی گئی ہے کہ اس کا خاندان ان ان خوبیوں کا حامل ہو اور عیوب سے پاک ہو لیکن بعض اشلوکوں میں اس بات کی بھی نشاندہی کردی گئی ہے کہ وہ ذاتی طور سے کن نقائص سے پاک اور صاف ہو، منواسمرتی میں مذکور ہے۔

नोद्वहेत्कपिला कन्या नाधि काग्डीं न रोगिणीम!

नालोमिकां नतिलीमां न वाचालां न पिंगलाम्!!

۱۔ وشنو پران، ۳۔۱۰۔۱۸۔۲۲

۲۔ منوسمرتی، ادھیائے ۳، شلوک ۵

۳۔ منوسمرتی، ادھیائے ۴، شلوک ۲۴۴

جس لڑکی کے بال بھورے ہوں، جس کے اعضا زیادہ ہوں (مثلاً ہاتھ، پیر میں چھ یا زیادہ انگلیاں ہوں) جو مریض یا کمزور ہو، جس کے جسم پر روئیں نہ ہوں یا بہت ہوں، جو بہت بولنے والی ہو جس کی آنکھیں پھیلی ہوں، اس کے ساتھ شادی نہ کرے۔(۱)

अव्यङ्गाङ्गीं सौम्यनाम्नीं हंसवारणगामिनी!

तनुलोमकेश दशनां मृद्वङ्गी मृद्वहेत्त्रियम्!!

جس کا کوئی عضو بگڑا نہ ہو، جس کا خوبصورت نام ہو، ہنس یا ہاتھی کی طرح چال ہو، نازک رواں، بال اور چھوٹے دانتوں والی نازک و حسین اعضا والی ہو، اس سے شادی کرے۔(۲)

नर्क्ष वृक्ष नदी नाम्नीं नान्त्य पर्वत नामिकाम्!

न पक्ष्यहिप्रेष्यनाम्नी न च भीषणानामिकाम्!!

ستاروں پیڑ، ندی، ملیچھ، پہاڑ، پرندے، سانپ، اور خادمہ کے نام پر جس کا نام ہو، اس سے اور ڈراؤنے نام والی لڑکی سے شادی نہ کرے۔(۳)

منو نے مندرجہ بالا نام اور جسمانی عیوب والی لڑکی سے ہی رشتہ ازدواج قائم کرنے کو منع نہیں کیا ہے بلکہ جس کا بھائی نہ ہو جس کے باپ کو کوئی نہ جانتا ہو یا جو لڑکے کی جگہ مانی گئی ہو اس سے شادی نہ کرنے کا مشورہ دیا ہے:

यस्ययास्तु न भवेद् भ्राता न विज्ञायेत वापिता!

नोप्यच्छेत तां प्राज्ञः पुत्रिका धर्म शङ्कया!!

جس کا بھائی نہ ہو یا جس کے باپ کو کوئی جانتا نہ ہو اور لڑکے کی جگہ مانی ہوئی لڑکی (पुत्रिका) سے، دھرم کے اندیشے سے عقل مند انسان ایسی لڑکی کے ساتھ شادی نہ کرے۔(۴)

۱۔ ادھیائے ۳، شلوک ۸

۲۔ منوسمرتی، ادھیائے ۳، شلوک ۱۰

۳۔ ادھیائے ۳، شلوک ۹

۴۔ ادھیائے ۳، شلوک ۱۱، بحوالہ اسلام اور ہندو دھرم کا تقابلی مطالعہ: ج ۲ ص ۵۴۱

لڑکی کی شادی کس عمر میں ہونی چاہئے:

ہندو دھرم میں شادی کی کوئی عمر متعین نہیں، چنانچہ ویدوں، گرنتھوں اور ہندو دھرم کے قانون کی کتابیں مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ ۶ رسال سے لے کر ۶۰ سال تک کی لڑکی یا لڑکے کی شادی ہوسکتی ہے، عملی طور سے ہندو دھرم کے پیرو کار ایسا کرتے بھی ہیں، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں اور بچیوں کی شادی کردی جاتی ہے، اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے، ہندو دھرم کے مشہور محقق ومفکر ڈاکٹر پانڈورنگ کانڑے لکھتے ہیں:

’’اس بارے میں اتنا جان لینا کافی ہے کہ تمام عہدوں میں، مختلف صوبوں میں اور مختلف ذاتوں میں شادی کی عمر جدا جدا مانی جاتی ہے، مرد کے لیے کوئی متعین مدت نہیں رکھی گئی ہے، ویدکی تعلیم کے بعد مرد شادی کرسکتا تھا، حالاں کہ ویدکی تعلیم سے فراغت کے اوقات میں بھی اختلاف رہا ہے، جیسے ۱۲، ۲۴، ۴۸، یا اتنے سال کہ جن میں وید یا اس کا کوئی ایک جز پڑھ لیا جاسکے، زمانہ قدیم میں اکثر ۱۲رسال تک تجرد وریاضت (ब्रह्मचर्य) کا دور چلتا تھا اور برہمنوں کا اپنین سنسکار (उपनयन संस्कार) آٹھویں سال میں ہوتا تھا، اس لیے برہمنوں میں ۲۰ سال کی عمر شادی (विवाह) کے لیے عام مدت مانی جانی چاہئے۔(۱)

منواسمرتی (मनुस्मृति) میں بھی دولہا اور دلہن کی عمروں کا جو نظام پیش کیا گیا ہے اس میں کافی بُعد رکھا گیا ہے، منو کہتے ہیں:

त्रिंशदषो द्वहेत्कन्या हृद्यां द्वादश वार्षिकीम्!

त्रयष्ट वर्षो$ष्टवर्षा वा धर्मे सीदति सत्वर:

تیس سال کا مرد بارہ سال کی لڑکی سے یا ۲۴ سال کا مرد ۸ سال کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے، اس میں جلدی کرنے والا دھرم میں پریشانی پاتا ہے۔(۲)

❁❁❁

۱۔ دھرم شاستر کا اتہاس، بھاگ ۱،ص ۲۷۲ بحوالہ اسلام اور ہندو دھرم کا تقابلی مطالعہ ج ۲رص ۵۴۳

۲۔ منوسمرتی، ادھیائے ۹، شلوک ۹۴

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح اور اس کے اغراض وفوائد

ماسبق میں ہم نے تفصیل سے ذکر کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عفت و پاک دامنی، شرم وحیا، زہد و استغنا اور دین داری و دنیا بیزاری میں ممتاز تھے، آپ کو دنیا کی صرف تین چیزیں پسند تھیں: عورت، خوشبو اور نماز، ان کے علاوہ کسی چیز سے کوئی قلبی لگاؤ نہ تھا، ان امور ثلاثہ سے محبت بھی حکم الٰہی سے تھی، ورنہ آپ کی زاہدانہ زندگی ان سے بھی اعراض واجتناب کرتی، چنانچہ ماسبق میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

عن انس بن مالک قال :قال رسول اللہ ﷺ :حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ ۔ (۱)

اس حدیث میں ''حبّب'' کا لفظ بتا رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان تینوں چیزوں کی محبت عطا کی گئی تھی، خود سے محبت نہیں کرتے تھے، بلکہ اللہ کی مرضی ومشئیت سے فرماتے تھے۔

جہاں تک متعدد عورتوں سے نکاح کی بات ہے تو اس سلسلے میں بھی آپ نے حکم الٰہی اور مشئیت ربانی کی پیروی کی ہے، چنانچہ امہات المومنین میں سیدہ زینب بنت جحش کا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے کروایا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا. (۲)

ترجمہ: پھر جب زید نے اس سے حاجت پوری کر لی تو ہم نے آپ کا اس کے ساتھ نکاح کر دیا، تاکہ مسلمانوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں میں کچھ حرج نہ رہے جب ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں، اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے خود

۱۔ سنن النسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء، ج ۲ ص ۷۷، مکتبہ تھانوی دیوبند

۲۔ الاحزاب: ۳۷

خدائے پاک نے کرایا، یوں ہی سیدہ عائشہ سے بھی آپ کا نکاح اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اشارے پر ہوا، حدیث شریف میں ہے:

”عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت : قال رسول اللہ ﷺ :أریتک فی المنام ثلاث لیال: جاءنی بک الملک فی سرقة من حریر ،فیقول: ھذہ امرأتک، فاکشف عن وجھک ، فاذا انت ھی ، فأقول : ان یک ھذا من عند اللہ یمضہ“(۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، تم مجھے مسلسل تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں، میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تمہاری تصویر لے کر آیا، وہ کہتا تھا یہ تمہاری بیوی ہیں، میں نے تمہارے چہرے کو کھول کر دیکھا تو وہ تم تھیں، پھر میں کہتا اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو اس کو سچا کر دے۔

عنفوان شباب میں نکاح سے اعراض:

تاریخ وسیرت کی کتابوں سے ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام نے ۲۵ رسال تک تجرد وتبتل کی زندگی گزاری، وہ عرب سماج جس میں پیدا ہوتے ہی نکاح کا رواج تھا، کم عمری میں نکاح عام تھا، حتی کہ ماں کے پیٹ میں موجود بچے اور بچیوں کا بھی نکاح کر دیا جاتا تھا، ۲۵ رسال تک آپ کا نکاح سے دور رہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کے اندر بے جا جنسی اشتہا کا شائبہ تک نہیں تھا، پھر آپ نے اقربا کے اصرار اور دوسری طرف سے حضرت خدیجہ کی شدید خواہش کی بنیاد پر آپ سے اس وقت نکاح کیا جب آپ کی عمر ڈھل چکی تھی اور دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں، پھر نکاح کے بعد آپ نے پچاس سال کی عمر تک ایک ہی زوجہ پر قناعت فرمائی، حالاں کہ اس مدت میں بہت ساری خواتین نے نکاح کا پیغام بھی دیا مگر آپ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی زندگی بسر کرنے پر اکتفا کیا، آپ کی وفات کے بعد حضرت خولہ کی پیش کش پر آپ نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، وہ بھی پچاس سال کی تھیں، تاکہ آپ کے بچوں کی دیکھ بھال کر سکیں۔

۱۔ **صحیح البخاری، کتاب النکاح**، باب النظر الی المرأۃ قبل التزویج ج ۲ ص ۷۶۸، مجلس برکات مبارک پور

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''جن خواتین کو آپ نے نکاح کا پیغام دیا اور ان سے نہیں کیا اور جن خواتین نے اپنے آپ کو آپ کے لیے ہبہ کر دیا اور آپ نے ان سے نکاح نہیں کیا ان کی تعداد چار یا پانچ ہے، بعض علما نے کہا کہ ان کی تعداد تیس ہے''۔(۱)

علاوہ ازیں بعثت کے بعد بھی بہت ساری خواتین نے آپ کے سامنے نکاح کی پیش کش کی، خود کو آپ علیہ السلام کے لیے ہبہ کیا مگر آپ نے ان میں سے کسی سے بھی نکاح نہیں فرمایا، چنانچہ تبیان القرآن میں ہے:

''امام ابن جریر نے یونس بن بکیر سے روایت کیا ہے کہ جن خواتین نے اپنے آپ کو آپ کے ساتھ نکاح کے لیے پیش کیا تھا آپ نے ان میں سے کسی کو قبول نہیں فرمایا اور آپ کے لیے مباح تھا اور آپ کے ساتھ مخصوص تھا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنۡ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنۡ یَّسۡتَنۡکِحَهَا۔ (۲)

ترجمہ: اگر نبی ان کے ساتھ نکاح کرنا چاہیں یعنی ان کو پسند کر لیں۔(۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواجی زندگی کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے یا تو حکم الٰہی سے نکاح کیا یا پھر کسی نہ کسی ضرورت اور نیک مقصد کے تحت کیا، چنانچہ تبیان القرآن ہی میں ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متعدد ازواج سے نکاح کرنا کسی نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں تھا، کیوں کہ نفسانی خواہش کا غلبہ زیادہ سے زیادہ بیس سے پچاس سال کی عمر تک رہتا ہے اور آپ نے پچیس سال کی عمر میں ایک بال بچوں والی بیوہ خاتون سے نکاح کیا اور جب تک وہ زندہ رہیں آپ نے پچاس سال کی عمر تک دوسرا نکاح نہیں کیا، اگر تعدد ازواج کی وجہ حظ نفسانی ہوتا تو آپ جوانی میں کسی حسین، کم عمر، کنواری لڑکی سے نکاح کرتے، بلکہ ایسی متعدد لڑکیوں سے نکاح کرتے، اور جب آپ نے ایسا نہیں کیا، اور مکہ کی زندگی میں ترپن سال کی عمر تک آپ کے حرم میں صرف ایک

۱۔ تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی، ج ۶ ص ۱۱۲، ادبی دنیا دہلی

۲۔ الاحزاب: ۵۰

۳۔ تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی، ج نہم ص ۵۱۶، ادبی دنیا دہلی

زوجہ تھیں، پہلے حضرت خدیجہ اور پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہما، کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی تھی، اور مدینہ منورہ میں ہی آپ کے حرم میں متعدد ازواج آئیں جن میں سے حضرت عائشہ کے علاوہ باقی تمام ازواج معمر، بیوہ، مطلقہ خواتین تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ ازواج کا تعدد کسی حظ نفسانی پر مبنی نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ خانگی اور عائلی زندگی میں اسلام کے احکام کی روایت اور تبلیغ تھی، اور زیادہ سے زیادہ خاندانوں کے ساتھ رشتہ قائم کرنا تھا، تاکہ دین اسلام کی تبلیغ کے زیادہ مواقع میسر ہوں اور کئی مسلم خاندانوں کو رشتہ داری کا شرف عطا کرنا تھا اور کسی عیال دار خاتون سے نکاح کر کے سوتیلے بچوں کی پرورش اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا اسوہ اور نمونہ مہیا کرنا تھا۔(۱)

متعدد شادیوں کے مقاصد:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد خواتین سے نکاح فرمایا تو اس کے پیچھے نہایت اہم اور نیک مقاصد کارفرما تھے، ذیل میں پیر کرم شاہ ازہری کی مشہور زمانہ کتاب ''ضیاء النبی'' کے حوالے سے اختصار کے ساتھ چند مقاصد پیش کیے جا رہے ہیں:

تعلیمی مقاصد:

انسانی زندگی کے بے شمار مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق خصوصی طور سے عورتوں کے ساتھ ہے ،عورتوں کو وہ مسائل سمجھانے اور ان پر عمل کر کے دکھانے کے لیے آپ کو ایسی خواتین کی ضرورت تھی، جو انتہائی پاک باز، ذہین وفطین، دیانت دار اور متقی ہوتیں، جب اس حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ بات سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے امتیوں کو باکرہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کی ترغیب دیتے تھے، تو آپ نے خود اس پر عمل کیوں نہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن مقاصد کے تحت شادیاں کیں تھیں ان مقاصد کے لیے آپ کو تجربہ کار اور جہاں دیدہ خواتین کی ضرورت تھی، اور آپ نے انہیں خواتین کا انتخاب فرمایا، جو اس مقصد کے لیے معاون ثابت ہو سکتی تھیں، آپ نے ایک کے سوا تمام بیوہ خواتین کو اپنی زوجیت میں لیا، یہ خواتین بیوہ تو تھیں لیکن

۱۔تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی، ج ۲ رص ۵۵۸، ۵۵۹، ادبی دنیا

ذہانت ،فطانت اور دیانت داری میں اپنی مثال آپ تھیں، حضور ﷺ نے جس ایک باکرہ خاتون کوشرف زوجیت بخشا وہ بھی اپنی صغرسنی کے باوجود مذکورہ صفات میں کسی جہاں دیدہ خاتون سے کم نہ تھیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مذکورہ بالا مقاصد کو جس حسن وخوبی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پورا کیا وہ انہیں کا حصہ تھا۔

ان حقائق کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات صرف امہات المومنین ہی نہیں بلکہ وہ ملت کی معلمات بھی ہیں۔(۱)

تشریعی مقاصد:

زمانہ جاہلیت میں ایسی کئی رسمیں موجود تھیں جن سے اسلامی معاشرے میں بہت سنگین مسائل پیدا ہوتے تھے، تباہ کن نتائج کی حامل ہونے کے باوجود اس قسم کی رسمیں لوگوں کی زندگیوں میں یوں رچ بس چکی تھیں کہ کسی انسان کے لیے ان رسموں کی مخالفت کا تصور کرنا بھی مشکل تھا، حضور ﷺ کے فریضہ نبوت ورسالت میں جس طرح خدا کی زمین کو بتوں سے پاک کرنے کا کام شامل تھا، اسی طرح انسانی معاشرے سے تمام غلط اور نقصان دہ رسموں کا قلع قمع کرنا بھی آپ کے فرائض نبوت میں سے ایک تھا، ایسی رسمیں جو انسانوں کے رگ وپے میں سما چکی تھیں ان کو ختم کرنا اس وقت تک ممکن نہ تھا، جب تک حضور ﷺ خود ان رسموں کے خلاف عمل کر کے سامنے نمونہ پیش نہ کرتے، اس قسم کی رسموں میں سے ایک رسم کسی غیر کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانے کی بھی تھی، ایک شخص کسی اجنبی کے بیٹے کو کہہ دیتا کہ تو میرا بیٹا ہے، اس کے اس قول سے وہ اس کا بیٹا قرار پاتا اور نسب، میراث، طلاق، شادی اور مصاہرت کے تمام مسائل میں اس کی حیثیت ایک حقیقی بیٹے جیسی ہو جاتی، اس طرح معاشرے میں بے شمار مسائل جنم لیتے، مستحق لوگ میراث سے محروم ہو جاتے اور ایک غیر مستحق شخص ساری جائداد کا وارث بن جاتا، محرمات کے سلسلہ میں یہ رسم انتہائی تباہ کن نتائج برآمد کر سکتی تھی، اس رسم کو ختم کرنا ضروری تھا، لیکن جو شخص صدیوں پرانی رسم کو ختم کرنے کی کوشش کرتا اس پر ہر طرح سے طعن وتشنیع کے تیروں کی بارش برستی، یہ فریضہ اتنا کٹھن تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ادائیگی کے لیے حضور ﷺ کے کسی خادم کے بجائے خود آپ کو منتخب فرمایا، اور آپ کو یہ

۱۔ضیاء النبی ج ہشتم ر ۸۲ تا ۸۹، فاروقیہ بک ڈپو دہلی

قدیم رسم توڑنے کا حکم دیا، اس رسم کو توڑنے پر ہر طرف سے طعن و تشنیع کے تیر برسے لیکن حضور ﷺ نے ثابت قدمی اور استقلال سے سب کچھ برداشت کیا اور تنقید کرنے والوں کی تنقید کا جواب آپ کے رب کریم نے خود دیا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی شادی خاص طور پر اسی مقصد کے لیے ہوئی تھی، اس شادی کے لیے احکام حضور ﷺ کو بارگاہ خداوندی سے وحی متلو یعنی قرآن حکیم کے ذریعے ملے تھے۔

سماجی مقاصد:

وفاداری اہم ترین انسانی خصوصیات میں سے ایک ہے، دوست کا حق دوستی ادا کرنے کی کوشش کرنا، محسن کے احسان کو یاد رکھنا، خادم کی خدمت کو فراموش نہ کرنا، یہ ایسی خصوصیات ہیں جو انسانیت کا زیور شمار ہوتی ہیں، اسلام وفا کا دین ہے اور اسلام کا پیغمبر وہ لجپال ہے جسے دنیا میں تو کیا قیامت کے روز بھی اپنے غلاموں کی فکر ہوگی۔

حضور ﷺ نے جب شرک کی ظلمتوں میں نعرہ توحید بلند کیا تھا، اس وقت آپ کی دعوت کو قبول کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا، ان مشکل ترین حالات میں بھی کچھ نفوس قدسیہ ایسے تھے، جنہوں نے حضور ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہیں کی، پھر اس کٹھن ترین مشن کے ایک ایک مرحلے پر وہ آپ کے دست و بازو بنے رہے اس راستے میں انہوں نے حضور ﷺ اور آپ کی دعوت کے لیے جو قربانیاں دیں وہ تاریخ جانثاری کا ایک زریں باب ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فدا کاروں کے اس مقدس قافلے کے سرخیل ہیں اور قافلے میں جو نفوس قدسیہ شامل تھے ان میں عمر فاروق، عثمان غنی، حیدر کرار اور زید بن حارثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، جیسی مقدس ہستیوں کے نام آتے ہیں، ہجرت کے بعد انصار مدینہ نے حضور ﷺ کے مشن کے لیے جو قربانیاں دیں تھیں ان کی مثال بھی پیش کرنے سے تاریخ اسلام قاصر ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تو حضور ﷺ کی غلامی پر ناز تھا، انھوں نے حضور کے لیے سب کچھ قربان کر دیا تھا، اس کے باوجود ان کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کا حق ادا کر دیا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان قربانیوں کو فراموش نہ کیا تھا جو انہوں نے آپ کے مشن کی خاطر دیا تھا، آپ اپنے صدیق کے متعلق ان جذبات کا اظہار فرماتے تھے:

"ما لاحد عندنا يد الا و قد كافيناه بها ما خلا ابا بكرفان له عندنا يداً يكافيه الله تعالىٰ بها يوم القيامة و ما نفعنى مال احد ما نفعنى مال ابى بكر وما عرضت الاسلام على احد كانت له كبوة الا ابابكر فانه لم يتلعثم و لو كنت متخذا خليلا لاتخذت ابا بكر خليلا الا و ان صاحبكم خليل الله تعالىٰ"

ترجمہ: ہم پر جس کسی نے احسان کیا ہے ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے، سوائے ابوبکر کے کیوں کہ ان کے ہم پر وہ احسانات ہیں جن کا بدلہ انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا، مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہونچایا جتنا نفع مجھے ابوبکر کے مال سے پہونچا ہے، میں نے جس کسی کو بھی اسلام کی دعوت دی اس نے اس کو قبول کرنے میں تردد کیا لیکن ابوبکر نے بنا کسی تردد کے میری دعوت کو قبول کرلیا، اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو ہی خلیل بناتا، سنو! تم اس بات سے آگاہ رہو کہ تمہارے نبی خدا کے خلیل ہیں۔

جس شخص کے متعلق حضور کے دل میں اس قسم کے جذبات تھے اس کو آپ دنیا میں جو سب سے بڑا معاوضہ عطا کر سکتے تھے، وہ یہ تھا کہ آپ اس کے ساتھ رشتہ مصاہرت قائم فرماتے، یہ اعزاز آپ نے اپنے صدیق کو عطا فرمایا، اور ان کی صاحبزادی کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔

سیاسی مقاصد:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادیوں کے متعدد مقاصد میں ایک مقصد دشمنوں کے دل جیتنا، اسلام کے ساتھ ان کی مخالفت کو کم کرنا، قبائل کو اس رشتے کے ذریعے اپنے قریب تر کرنا اور اس طرح نور حق کو پھیلانے کے لیے راستہ ہموار کرنا بھی تھا، ہم یہاں چند مثالیں درج کرتے ہیں، جس سے پتہ چلے گا کہ حضور کی شادیوں کے ذریعے کتنے سیاسی فوائد حاصل ہوئے:

۱۔ بنومصطلق کا قبیلہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی میں پیش پیش تھا، اس قبیلے کا سردار حارث اسلام کا کٹر دشمن تھا، غزوۂ بنومصطلق میں اس قبیلے کو شکست ہوئی، اور اس قبیلے کے متعدد لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوئے، ان قیدیوں میں بنومصطلق قبیلہ کے سردار کی ایک بیٹی جویریہ بنت حارث بھی تھیں، انہوں نے اپنے اسیر کنندہ سے مکاتبت کا معاہدہ کیا اور زر مکاتبت ادا کرنے کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی، حضور کو جب یہ پتہ چلا کہ یہ سردار قبیلہ کی بیٹی ہے، تو آپ نے ان کے سامنے یہ پیش کش کی کہ اگر انہیں منظور ہو تو آپ ان کا زر فدیہ ادا کر کے ان کے ساتھ نکاح کرلیں، حضرت جویریہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیش کش کو قبول کرلیا، حضور نے ان کا زر مکاتبت ادا کر کے ان کے ساتھ نکاح کرلیا، جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ حضور نے حضرت جویریہ سے نکاح کرلیا ہے تو انہوں نے بنومصطلق قبیلہ کے تمام اسیروں کو یہ کہہ کر رہا کردیا کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرالی رشتے دار ہیں، ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ان کو اپنی قید میں رکھیں، اس طرح آزاد ہونے والے کوئی ایک دو آدمی نہ تھے، بلکہ حضرت جویریہ کی برکت سے آزادی کی نعمت تقریباً سو گھرانوں کو حاصل ہوئی، بنومصطلق نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس اعلی ظرفی اور مسلمانوں کے دلوں میں موجزن حب رسول کے جذبے کا مشاہدہ کیا تو وہ سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔

۲۔ ابوسفیان کی اسلام دشمنی سے کون واقف نہیں، قوم قریش کا نشان جنگ ابوسفیان کے گھر میں رہتا تھا، جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو قوم کے ہر فرد پر آبائی ہدایات اور قومی روایات کی اتباع میں لازم ہوجاتا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہوجائیں، اسلام کے خلاف اکثر جنگوں میں ابوسفیان ہی نے لشکر قریش کی قیادت کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کے اس کٹر دشمن کی لخت جگر ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان کو اپنی زوجیت میں لے لیا، اس رشتے کا اثر یہ ہوا کہ ابوسفیان کی اسلام دشمنی کا زور ٹوٹ گیا، اور بہت جلد وہ اسلام کے جھنڈے تلے اپنی جان کی بازی لگانے کے لیے تیار کھڑا نظر آیا، کیا وہ نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک انتہائی کامیاب سیاسی تدبیر نہ تھی، جس نے اسلام کے سب سے بڑے دشمن کو اسلام کی صفوں میں لا کھڑا کیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام شادیوں کے پس منظر میں اسی قسم کے عظیم مقاصد کارفرما تھے۔(۱)

۱۔ ضیاء النبی جلد ہفتم رص ۴۷۹ تا ۴۸۹

آپ علیہ السلام نے اخروی سعادت کے لیے نکاح فرمایا:

لاریب نبی کریم ﷺ کا اتنی کثرت سے نکاح فرمانا اخروی سعادت کی حصول یابی کے لیے تھا، ماقبل میں ذکر ہوا کہ آپ نے جتنے بھی نکاح فرمائے حکم الٰہی سے نیک مقاصد کے تحت تھے، اس سلسلے میں شفا شریف کی ایمان افروز عبارت لائق دید ہے:

فقد بان لک من هذ ان عدم القدرة على النكاح نقص، و انما الفضل فى كونها موجودة ،ثم قمعها اما بمجاهدة كعيسى عليه السلام او بكفاية من الله تعالى كيحىٰ عليه السلام ،فضيلة زائدة لكونها شاغلة فى كثير من الاوقات حاطة الىٰ الدنيا، ثم هى فى حق من اقدر عليها و ملكها و قام بالواجب فيها و لم تشغله عن ربه، درجة عليا، و هى درجة نبينا ﷺ الذى لم تشغله كثرتهن عن عبادة ربه، بل زاده ذالک عبادة، لتحصينهن و قيامه بحقوقهن، و اكتسابه لهن، وهدايته اياهن بل صرح انها ليست من حظوظ دنياه هو، و ان كانت من حظوظ دنيا غيره فقال: حبب الى من دنياكم ... فدل على ان حبه لما ذكر من النساء والطيب الذين هما من امور دنيا غيره ،و استعماله لذالک ليس بدنياه بل لآخرته، للفوائد التى ذكرناها فى التزويج و للقاء الملائكة فى الطيب ،ولانه ايضا، مما يحض على الجماع و يعين عليه و يحرک اسبابه۔

و كان حبه لهاتين الخصلتين لاجل غيره و قمع شهو ته و كان حبه الحقيقى المختص بذاته فى مشاهدة جبروت مولاه و مناجاته و لذلک ميز بين الحبين، و فصل بين الحالين فقال: و جعلت قرة عينى فى الصلاة " فقد ساوى يحیٰ و عيسیٰ فى كفاية فتنتهن و زاد فضيلة بالقيام بهن۔(۱)

ترجمہ: مذکورہ بحث سے تم پر ظاہر ہو گیا کہ نکاح کی قدرت نہ رکھنا عیب ہے، اس کے ہونے میں فضیلت ہے، پھر اس قدرت کو توڑنا مجاہدہ سے جیسے حضرت عیسی علیہ السلام یا اللہ کی طرف سے کفایت سے جیسے حضرت یحیٰ علیہ السلام، یہ ایک الگ طرح کی فضیلت ہے، کیوں کہ اس فضیلت کا حصول بہت سارے اوقات میں ہوتا ہے۔

۱۔ **الشفا بتعريف حقوق المصطفیٰ** ج ۱ ص ۶۶، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات

پھر اس کے حق میں جو نکاح کی قدرت و طاقت رکھتے ہوئے نکاح کرے، پھر بھی نکاح اسے اس کے رب سے غافل نہ کر سکے یہ ایک بلند مقام ہے، اور یہی ہمارے نبی علیہ السلام کا درجہ ہے کہ کثرت ازواج آپ کو آپ کے رب کی عبادت سے غافل نہ کر سکی بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوا، کیوں کہ آپ نے ازواج مطہرات کو پاک دامن رکھا، ان کے حقوق ادا کیے، ان کو کما کر کھلایا، انہیں راہ راست پر رکھا، بلکہ آپ نے خود ہی اس کی صراحت فرمائی کہ نکاح آپ کی دنیا سے تھا ہی نہیں بلکہ دوسروں کی دنیا سے تھا، چنانچہ ارشاد فرمایا: **حبب الی من دنیاکم۔۔۔**'' اس حدیث نے دلالت کیا کہ آپ نے جن دو امور کو پسند فرمایا یعنی عورت اور خوشبو یہ دونوں آپ کی دنیا سے تھیں ہی نہیں، ان کا استعمال اپنی دنیا میں اپنی دنیا کے لیے نہیں تھا، بلکہ آخرت کے لیے تھا، نکاح کے ان فوائد کے باعث جن کا ہم نے ذکر کیا، اس لیے کہ خوشبو میں فرشتے ملاقات کرتے ہیں اور خوشبو جماع پر ابھارتی ہے، اس کے لیے مددگار اور محرک ہوتی ہے، آپ کا ان دونوں چیزوں کا پسند فرمانا دوسرے مقصد سے تھا، مقصود شہوت کو توڑنا تھا جب کہ آپ کی حقیقی اور خصوصی محبت اپنے مولیٰ کی عظمت کے مشاہدہ اور اس کے مناجات سے تھی، اسی لیے دونوں محبتوں کا الگ الگ ذکر فرمایا، چنانچہ فرمایا'' **وجعلت قرة عینی فی الصلاة**'' گویا آپ حضرت عیسی و یحیٰ علیہما السلام کے برابر ہیں اجنبی عورتوں کے فتنے سے بچ جانے میں اور ان سے افضل ہیں ازواج مطہرات سے نکاح کرنے میں۔

نبی کریم ﷺ کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

''امام ابونعیم نے مجاہد سے حلیۃ الاولیا میں روایت کیا ہے کہ آپ کو چالیس جنتی مردوں کی قوت دی گئی، اور امام ترمذی نے جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جنت میں مومن کو اتنی اتنی عورت سے جماع کی قوت دی جائے گی، عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا مومن کو سو مردوں کی طاقت ہوگی؟

یہ حدیث صحیح غریب ہے، اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت انس سے روایت کیا، جب ہم چالیس کو سو سے ضرب دیں تو حاصل ضرب چار ہزار کے برابر ہوگا، اور ابن العربی نے لکھا ہے کہ آپ کو چار ہزار مردوں کی طاقت تھی، پھر اس کے باوجود آپ کھانے پینے اور جماع کرنے میں کس قدر ضبط سے کام لیتے تھے''۔(۱)

اس پر علامہ غلام رسول سعیدی صاحب قدس سرہ کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

''سوچئے جن کو اللہ تعالی نے چار ہزار مردوں کی قوت جماع عطا فرمائی تھی، انہوں نے بیک وقت نکاح میں صرف نو ازواج کو جمع کیا، وہ بھی مختلف تبلیغی وجوہات سے اور تعدد ازواج بھی چون سال کی عمر سے شروع ہوا، اور اکسٹھ باسٹھ سال کی عمر میں جا کر نو ازواج اکٹھی ہوئیں تو اتنی زیادہ جنسی طاقت رکھنے کے باوجود صرف عمر کے آخری حصہ میں نو ازواج کو جمع کرنا اپنے نفس پر کمال ضبط ہے اور غایت اعتماد ہے حظ نفسانی کی بہتات نہیں''۔(۲)

شفا شریف میں ہے:

"کان ممن اقدر علی القوة فی هذا،واعطی الکثیر منه ،و لهذا ابیح له من عدد الحرائر مالم یبح لغیره"۔(۳)

ترجمہ: آپ نکاح پر سب سے زیادہ قدرت رکھنے والے تھے، اور اس کا کثیر حصہ آپ کو عطا کیا گیا، اس لیے آپ کے لیے جتنی آزاد عورتوں سے نکاح جائز تھا غیر کے لیے نہیں جائز تھا۔

***

۱۔عمدۃ القاری، امام بدرالدین محمود بن احمد عینی، ج ۳، ص ۲۱۷، ادارالطباعۃ المنیر یہ ۱۳۴۸ھ

۲۔تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی، ج ۲، ص ۵۶۶، ادبی دنیا دہلی

۳۔**الشفا بتعریف حقوق المصطفی** ج ۱ ص ۶۶، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر گجرات

سیدہ عائشہ سے نکاح کا قضیہ

یہ بحث اس کتاب کے لکھنے کی اصل غرض و غایت ہے، اس لیے اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

سیدہ سے نکاح بحکم الٰہی تھا:

نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح اللہ جل شانہ کے حکم اور ارشاد پر فرمایا تھا، جس طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا، اسی طرح سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی اللہ عزوجل کی مشیئت وارادے سے ہوا تھا، اس سلسلے میں چند دلائل پیش ہیں:

۱۔ ”عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ أریتک فی المنام ثلاث لیال: جاءنی بک الملک فی سرقة من حریر ،فیقول: هذه امرأتک، فاکشف عن وجهک ، فاذا انت هی ، فأقول : ان یک هذا من عند الله یمضه“(۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم مجھے مسلسل تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں، میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تمہاری تصویر لے کر آیا، وہ کہتا تھا یہ تمہاری بیوی ہیں، میں نے تمہارے چہرے کو کھول کر دیکھا تو وہ تم تھیں، پھر میں کہتا اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو اس کو سچا کر دے۔

۲۔ حضرت عائشہ ہی کا بیان ہے:

” ما تزوجنی رسول الله ﷺ حتی اتانی جبریل بصورتی و قال :هذه زوجتک و تزوجنی و انی لجاریة علی حوف،فلما تزوجنی القی الله علی حیاء و انا صغیرة“ ۔(۲)

۱۔ **صحیح البخاری**، کتاب النکاح، باب النظر الی المرأۃ قبل التزویج ج ۲ ص ۷۶۸، مجلس برکات مبارک پور

۲۔ **المستدرک علی الصحیحین، امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری**، ذکر الصحابیات من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۴ ص ۱۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان

ترجمہ: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت نکاح فرمایا جب حضرت جبریل آپ کے پاس میری تصویر لے کر آئے اور عرض کیا: یہ آپ کی زوجہ ہیں، حضور نے مجھ سے نکاح فرمایا جب کہ میں کم سن بچی تھی۔۔۔، جب نکاح ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حیا ڈال دی اس وقت میں چھوٹی تھی۔

۳۔"ما تزوجت شئیا من نسائی ولا زوجت شئیاً من بناتی الا بوحی جاءنی له جبریل علیه السلام من ربی"۔(۱)

ترجمہ: میں نے اپنی کسی زوجہ سے نکاح یا کسی بیٹی کا نکاح اسی وقت کیا جب حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے میرے رب کی طرف سے میرے پاس وحی آ گئی۔

مذکورہ حدیثوں سے ظاہر ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم علیہ السلام کا نکاح امر الٰہی سے تھا۔

نبی کریم علیہ السلام نے خود نکاح میں پہل نہیں فرمائی:

حدیث و سیر کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہجرت سے تین سال قبل وصال ہوا تو حضرت عثمان بن مظعون کی زوجہ کریمہ سیدہ خولہ بنت حکیم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حزن و ملال اور آپ کی خانگی حالت دیکھ کر آپ کے سامنے نکاح کی پیش کش کی، جن دو نیک بخت خواتین کا نام پیش کیا ان میں ایک حضرت سودہ بنت زمعہ تھیں اور دوسری سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں، چنانچہ امام احمد اور طبرانی نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے:

" عن عائشة رضی الله عنها قالت: لما توفیت خدیجة ،قالت خولة بنت حکیم بن الاوقص ۔امرأة عثمان بن مظعون۔و ذالک بمکة :، یا رسول الله ﷺ! الا تزوج؟ قال : من؟ قالت: ان شئت بکرا، و ان شئت ثیبا، قال : فمن البکر؟ قالت: ابنة احب خلق الله الیک : عائشة بنت ابی بکر، قال فمن الثیب؟ قالت: سودة بنت زمعة ، آمنت بک ، و اتبعتک علی ما انت علیه ،قال : فاذهبی فاذ کریهما علی۔

۱۔**عیون الاثر** ۲/ ۷ ۳۳۳، دار الفکر بیروت

فجاءت خولة بيت ابی بکر ، فوجدت ام رومان ـام عائشة ـفقالت: یا ام رومان ماذا ادخل الله علیکم من الخیر و البرکة ؟ ارسلنی رسول الله ﷺ اخطب علیه عائشة ، قالت وددت ،انتظری ابا بکر ،فانه آت، فجاء ابوبکر ،فقالت: یا ابا بکر ماذا ادخل الله علیکم من الخیر والبرکة؟ ارسلنی رسول الله ﷺ اخطب علیه عائشة ، فقال : هل تصلح له؟انما هی بنت اخیه؟ فرجعت الی رسول الله ﷺ فذکرت له ،فقال: ارجعی الیه فقولی له : انت اخی فی الاسلام و انا اخوک، و ابنتک تصلح لی، فأتت ابا بکر ،فقال : ادعی رسول الله ﷺ فجاء فانکحه، و انا یومئذ ابنة ست سنین"۔(۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے،آپ نے فرمایا: کہ جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگیا تو خولہ بنت حکیم بن اوقص جو حضرت عثمان بن مظعون کی اہلیہ تھیں مکہ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ نکاح کیوں نہیں فرما لیتے ؟حضور علیہ السلام نے فرمایا: کس سے؟ حضرت خولہ نے عرض کیا: مرضی ہو تو باکرہ سے فرمالیں یا ثیبہ سے،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا : باکرہ کون ہے؟ حضرت خولہ نے عرض کیا کہ مخلوق خدا میں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں ان کی شہزادی یعنی عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما، پھر پوچھا کہ ثیبہ کون ہیں؟ حضرت خولہ نے عرض کیا: سودہ بنت زمعہ، جو آپ پر ایمان لائیں،آپ کے مذہب کی پیروی کیں،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ دونوں کو پیغام دو،حضرت خولہ حضرت ابوبکر کے گھر گئیں،اس وقت حضرت عائشہ کی والدہ ماجدہ ام رومان گھر پر موجود تھیں،ان سے کہا: اے ام رومان !اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو کس قدر خیر و برکت سے بہرہ ور فرمایا ہے ، مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے،ام رومان نے فرمایا: میں بھی یہی چاہتی ہوں،مگر حضرت ابوبکر کا انتظار کرلو، وہ آتے ہی ہوں گے،اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ،حضرت خولہ نے عرض کیا: اے ابو بکر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ عائشہ سے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے ،

۱۔رواہ البخاری مختصرا فی صحیحہ ج ۱ ص ۶۰۷ مجلس برکات مبارک پور، مجمع الزوائد ۹/ ۲۲۵ ،فتح الباری ۷/ ۲۲۵ ، سنن کبریٰ ۷/ ۱۲۹

حضرت ابوبکر نے فرمایا: کیا عائشہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ہوجائے گا؟ وہ تو ان کی بھتیجی لگتی ہے، حضرت خولہ بیان فرماتی ہیں: میں واپس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی، میں نے حضرت ابوبکر کی بات بتائی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ جا کر ان سے کہہ دو کہ وہ میرے اسلامی بھائی ہیں، اور میں ان کا اسلامی بھائی ہوں، میرا حضرت عائشہ سے نکاح ہوسکتا ہے، پھر حضرت خولہ حضرت ابو بکر کے پاس آئیں، تو انہوں نے حضور علیہ السلام کو دعوت دے کر سیدہ عائشہ سے ان کا نکاح کر دیا۔

مذکورہ واقعہ سے واضح ہے کہ سیدہ عائشہ سے نکاح آپ نے حضرت خولہ کی گزارش پر کیا تھا، خود سے پہل نہیں فرمائی تھی، پھر یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کم سنی میں بڑی عمر کے مرد سے نکاح اس عرب سماج میں کوئی عیب کی بات نہیں تھی، ورنہ نہ تو سیدہ خولہ سیدہ عائشہ سے نکاح کی پیش کش کرتیں، نہ حضور راضی ہوتے، نہ ہی حضرت ابوبکر اور ان کی اہلیہ اس کے لیے تیار ہوتیں، حضرت ابوبکر نے جو تردد فرمایا وہ صرف اس لیے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا بھائی سمجھتے تھے، تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کی بھتیجی لگتی تھیں، اور بھتیجی سے عرب معاشرہ میں نکاح نہیں کیا جاتا تھا، مگر جب نبی کریم نے یہ واضح فرما دیا کہ نسبی طور سے جو بھتیجی ہے اس سے نکاح نہیں جائز ہے، اور تم تو میرے دینی بھائی ہو تو پھر بلا تردد حضرت ابوبکر نے اپنی بیٹی کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر دیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس وقت میں چھ سال کی تھی۔

حضرت عائشہ کی منگنی جبیر بن مطعم سے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغام نکاح بھیجوایا اس سے پہلے ہی آپ کی منگنی جبیر بن مطعم بن عدی سے ہو چکی تھی، یہ بات عام نہیں ہوئی تھی، اسی لیے حضور علیہ السلام کو اس کا علم بھی نہیں تھا، ورنہ دوسرے کے پیغام نکاح پر پیغام بھجوانے کو آپ نے خود ہی منع فرمایا، نہ ہی اس کا علم حضرت خولہ کو تھا، ورنہ وہ نکاح کی پیش کش ہی نہیں کرتیں، طبقات ابن سعد میں ہے:

”عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: خطب رسول اللہ ﷺ الیٰ ابی بکر

الصديق عائشة، فقال ابوبكر: يا رسول الله ﷺ قد كنت وعدت بها، اوذكرتها لمطعم بن عدى بن عبد مناف لابنه جبير، فدعنى حتى اسئلها منهم ، ففعل ثم تزوجها رسول الله ﷺ ،و كانت بكرا۔(۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو آپ کی بیٹی سیدہ عائشہ سے نکاح کا پیغام بھجوایا، حضرت ابوبکر نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں عائشہ کے تعلق سے مطعم کے بیٹے جبیر سے نکاح کا وعدہ کر چکا ہوں، لہٰذا آپ مجھے مہلت دیں تاکہ ان سے اس بارے میں بات کرلوں، حضور ﷺ نے اجازت دے دی، حضرت ابوبکر نے بات کی، (انہوں نے منع کر دیا) تب حضور ﷺ نے حضرت عائشہ سے نکاح فرمایا، جب کہ وہ باکرہ تھیں۔

مذکورہ واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ کم سنی میں بچیوں کا نکاح اس وقت کوئی عیب کی بات نہیں تھی۔

سیدہ عائشہ سے نکاح کے دواعی واسباب

جیسا کہ ماقبل میں بھی میں نے عرض کیا کہ جملہ امہات المومنین سے حضور علیہ السلام کا نکاح کسی نہ کسی نیک مقصد اور پاک غرض کے تحت تھا، سیدہ عائشہ سے آپ نے جو نکاح فرمایا اس کے اغراض ومقاصد اور دواعی واسباب کیا تھے، ذیل میں اختصار کے ساتھ پیش ہیں:

نکاح کے دواعی اسباب:

۱۔وحی الٰہی:

حدیث شریف میں ہے:

۱۔ ”عن عائشةن قالت : قال رسول الله ﷺ :أريتک فی المنام ثلاث ليال: جاءنی بک الملک فی سرقة من حرير ،فيقول: هذه امرأتک، فاكشف عن وجهک، فاذا انت هی، فأقول: ان يک هذا من عند الله يمضه “(۲)

۱۔الطبقات الکبری لابن سعد ۸/۵۸،زواج السیدہ عائشۃ، خلیل ابراہیم ملا خاطر،المدینۃ المنورۃ ط:۱۴۰۵

۲۔صحیح البخاری،کتاب النکاح،باب النظر الی المرأۃ قبل التزویج ج ۲ ص ۷۶۸،مجلس برکات مبارک پور

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم مجھے مسلسل تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں، میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تمہاری تصویر لے کر آیا، وہ کہتا تھا یہ تمہاری بیوی ہیں، میں نے تمہارے چہرے کو کھول کر دیکھا تو وہ تم تھیں، پھر میں نے کہا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو اس کو سچا کردے۔

دوسری حدیث میں ہے:

"ما تزوجت شئیا من نسائی ولا زوجت شئیاً من بناتی الا بوحی جاءنی له جبریل علیه السلام من ربی"۔(۱)

ترجمہ: میں نے اپنی کسی زوجہ سے نکاح یا کسی بیٹی کا نکاح اسی وقت کیا جب حضرت جبریل علیہ السلام میرے رب کی طرف سے میرے پاس وحی لے کر آئے۔

۲۔ یارِ غار کی دل جوئی:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے تئیں کس قدر وفادار اور جاں نثار تھے یہ بات محتاجِ بیان نہیں، اسی لیے نبی کریم ﷺ صحابۂ کرام میں سب سے زیادہ آپ کو چاہتے تھے، اور آپ کی دل جوئی کی ہر ممکن کوشش فرماتے، سیدہ عائشہ سے آپ کا نکاح فرمانا بھی انہیں الطاف خسروانہ کا ایک حصہ تھا، چنانچہ سیرت کی مشہور کتاب "القول المبین فی سیرۃ سید المرسلین" میں ہے:

"کان هذا الزواج هو اعظم ما یتمناه ابوها فاکثر ما یتمناه رسول الله ﷺ من اجل ان یحقق مراد صاحبه"۔(۲)

ترجمہ: یہ نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی خواہش تھی، (آپ اس کی تمنا فرمایا کرتے تھے) اسی لیے آپ کی خواہش کی تکمیل کے لیے نبی کریم ﷺ کو بھی اس نکاح کی خواہش تھی۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

۱۔ عیون الاثر ۲/ ۳۳۷، دار الفکر بیروت

۲۔ القول المبین فی سیرۃ سید المرسلین، ڈاکٹر محمد طیب النجار، ص ۱۹

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عادت وفطرت کے مطابق نکاح ہوا، اور جب نکاح ہوا تو تعدد ازواج کا کوئی مسئلہ نہیں تھا، اور ان کے ساتھ نکاح کرنے میں حکمت یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو آپ کے سب سے زیادہ معتمد صحابی تھے، ان کو رشتہ کی فضیلت عطا کرنی تھی، وہ آپ کے خسر ہو گئے ،جس طرح حضرت عثمان اور حضرت علی کے ساتھ اپنی صاحب زادیوں کا نکاح کر کے آپ نے ان کو دامادی کی فضیلت عطا فرمائی۔(۱)

۳۔حضرت عائشہ کی ذہانت وفطانت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی ایک بڑی وجہ آپ کی فطری ذہانت وفطانت تھی، چوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحکم الٰہی چاہتے تھے کہ ان کے حرم پاک میں کوئی ایسی ذہین وفطین خاتون داخل ہو جو کم عمری ہی سے نبی کریم علیہ السلام کی مکمل عائلی زندگی کا مطالعہ کرے، آپ کے اقوال وارشادات سن کر اور اعمال وعادات کو دیکھ کر انہیں محفوظ کر کے امت مسلمہ تک پہونچائے، اس لیے آپ نے الہام ربانی سے آپ رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لانے کا فیصلہ فرمایا۔

کم سنی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذہانت وفطانت کا اندازہ اس واقعے سے لگائیں، جسے سنن ابوداؤد میں ذکر کیا گیا ہے:

حدثنا محمد بن عوف، حدثنا سعيد بن ابي مريم، اخبرنا يحيى بن ايوب، قال: حدثني عمارة بن غزية، ان محمد بن إبراهيم حدثه،عن ابي سلمة بن عبد الرحمن، عن رضي الله عنها، قالت:" قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم من غزوة تبوك او خيبر وفي سهوتها ستر فهبت ريح فكشفت ناحية الستر عن بنات لعائشة لعب، فقال: ما هذا يا عائشة؟ قالت: بناتي وراى بينهن فرسا له جناحان من رقاع , فقال: ما هذا الذي ارى وسطهن؟ قالت: فرس، قال: وما هذا الذي عليه؟ قالت: جناحان، قال: فرس له جناحان؟ قالت: اما سمعت ان لسليمان خيلا لها اجنحة؟ قالت: فضحك حتى رايت نواجذه۔(۲)"

۱۔تبیان القرآن ۲/ ۵۶۰، ادبی دنیا دہلی

۲۔سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی اللعب بالبنات، حدیث:۴۹۳۲

ابو داؤد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ تبوک یا خیبر کے سفر سے واپس آئے تھے، گھر میں تشریف فرما تھے، جب تیز ہوا کے جھونکے سے گھر کے کونے کا پردہ ہٹ گیا تھا، وہاں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کھلونے رکھے ہوئے تھے، نبی کریم ﷺ کی نظر پڑ گئی، دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کیا: میری گڑیا ہے، آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ بیچ میں ایک گھوڑا سا بنا ہوا ہے جس کے دو پر بھی کپڑے کے لگے ہیں، پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہا: گھوڑا ہے، فرمایا کہ یہ اس کے اوپر دونوں طرف کپڑے کے کیا بنے ہوئے ہیں؟ کہا: یہ دونوں اس کے پر ہیں، فرمایا: اچھا گھوڑا اور اس کے پر بھی؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پردار گھوڑے تھے، یہ سن کر نبی کریم ﷺ ہنس دیے، یہاں تک کہ آپ کے آخری دانت ظاہر ہو گئے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا سب سے اہم مقصد یہی تھا کہ آپ کے ذریعے دین کی تبلیغ ہو، اسی وجہ سے آپ علیہ السلام نے بعثت کے بعد آپ سے اس عمر میں نکاح فرمایا جب آپ کا حافظہ داخلی وخارجی اثرات سے بالکل پاک تھا، اعلی درجے کی ذہانت وفطانت کی حامل تھیں، اور تاحیات نہایت باریکی کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی عائلی زندگی کا مطالعہ فرمایا، پھر جو آپ سے دیکھا سنا وہ سب امت مسلمہ تک پہونچایا بھی، خصوصا عورتوں کے وہ مسائل جنہیں پوچھنے اور بتانے میں عموما لوگ شرم محسوس کرتے ہیں، سیدہ نے بلا تردد ان مسائل کو لوگوں کے سامنے پیش کیا، اس طرح حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے ایک بنیادی مقصد کو آپ نے پورا فرمایا۔

خود نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خذوا نصف دينكم عن هذه الحميراء"۔ (١)

ترجمہ: اپنے دین کا آدھا حصہ اس حمیرا (سیدہ عائشہ) سے حاصل کرو۔

اللہ جل شانہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تبلیغ دین اور ترویج شریعت کے لیے پیدا فرمایا تھا، اسی لیے پروردگار عالم نے آپ کو اعلیٰ درجہ کی علمی لیاقت اور شرعی مسائل میں صلاحیت

١۔ **زوجات النبی الطاهرات**، شیخ محمد محمود الصواف، ص/ ٣٦، دار العمر جدہ

وحذاقت سے سرفراز فرمایا تھا، آپ سے ایک قول کے مطابق ۲۴۳۳ / ۲ احادیث، دوسرے قول کے مطابق ۲۲۱۰، ایک روایت کے مطابق ۲۵۲۴، جب کہ صحاح ستہ کے ساتھ مؤطا امام مالک کی روایت کو جمع کرلیا جائے تو تعداد روایات ۳۹۸۳ ہوتی ہے۔

آپ سے کم وبیش آٹھ ہزار صحابہ وصحابیات نے علمی استفادہ کیا، اکابر صحابہ کرام آپ کے خوان علم سے خوشہ چینی کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے:

" ما اشکل علینا اصحاب رسول الله ﷺ حدیث قط فسألنا عائشة الا وجدنا عندها منه علما"۔ (۱)

ترجمہ: ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کسی حدیث پاک کو سمجھنے میں مشکل پیش آئی اور ہم نے اس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو ان کے پاس اس حدیث کے متعلق علم موجود پایا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" ما رأیت امرأة اعلم بطب و لا فقه ولا شعر من عائشة رضی الله عنہا"۔(۲)

ترجمہ: میں نے کسی عورت کو طب، فقہ اور شعر کے علوم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نہیں پایا۔

امام زہری کا بیان ہے:

" لو جمع علم الناس کلهم ثم علم ازواج النبی صلی الله علیه وسلم لکانت عائشة اوسعهم علما"۔(۳)

ترجمہ: اگر حضرت عائشہ کا علم تمام امہات المومنین بلکہ دنیا کے تمام لوگوں کے علم کے ساتھ جمع کردیا جائے، تو آپ کا علم سب پر بھاری ہوگا۔

۱۔ شبهات و اباطیل حول زوجات الرسول، محمد علی صابونی، ص ۹۶، مطبوعہ مکۃ المکرمۃ ۱۹۸۰ء

۲۔ ایضاً

۳۔ المستدرک علی الصحیحین للامام ابی عبدالله محمد بن عبدالله الحاکم النیسابوری، ج ۴ ص ۱۲، ذکر الصحابیات من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیۃ بیروت

حضرت ہشام اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں:

"مارایت احدا اعلم بالحلال والحرام والعلم والشعر والطب من عائشة ام المومنين"(۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ ام المومنین سے بڑھ کر میں نے کسی کو حلال وحرام، علم، شعر گوئی اور طب میں جانکار کسی کو نہیں دیکھا۔

امام ذہبی کا بیان ہے:

"روت عن النبی ﷺ علما کثیرا طیبا مبارکا فیه "(۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ نے نبی کریم علیہ السلام سے نہایت کثیر، پاک اور بابرکت علم روایت فرمایا۔

حافظ ابن حجر کا بیان ہے:

" و مات النبی ﷺ و لها نحو ثمانية عشر عاما، و قد حفظت عنه شئياً كثيراً وعاشت بعده قريبا من خمسين سنة فاكثرا لناس الاخذ عنها، و نقلوا عنها من الاحكام والآداب شئياً كثيراً حتى قيل : ان ربع الاحكام الشرعية منقولة عنها رضى الله عنها"۔(۳)

ترجمہ: نبی کریم علیہ السلام کی وفات ہوئی اس وقت سیدہ اٹھارہ سال کی تھیں، آپ نے نبی کریم علیہ السلام سے بہت کچھ یاد کیا، آپ کے بعد تقریباً پچاس سال باحیات رہیں، آپ نے لوگوں میں سب سے زیادہ حضور علیہ السلام سے علم حاصل کیا، احکام وآداب کے متعلق بہت کچھ نقل فرمایا، یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ احکام شرعیہ کا چوتھائی حصہ آپ ہی سے منقول ہے۔

امام ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے مروی ہے:

" ما رأيت احدا اعلم بسنن رسول الله ﷺ ولا افقه فى رأى ان احتيج الى رأيه و لا اعلم بآية فيما نزلت ولا فريضة من عائشة"۔(۴)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین للامام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری، ج ۴ ص ۱۲، ذکر الصحابیات من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیۃ بیروت

۲۔ امتاع الاسماع، المقریزی، ج ۶ ص ۳۵

۳۔ فتح الباری، امام حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، ۱۰۷/۷

۴۔ رواہ ابن ابی شیبه فی کتاب الادب۔ ۱/ ۳۸۵ رقم الحدیث: ۳۹۵

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی جانکاری، رائے جس کی ضرورت پڑتی اس کی معرفت اور نازل شدہ آیات اور کسی فریضے کے علم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عظیم ذمہ داری کو کس طرح نبھایا، اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگائیں:

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک انصاری عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غسل حیض کے متعلق سوال کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے غسل حیض کا طریقہ سمجھایا اور پھر فرمایا: ایک خوشبودار روئی کا گالا لو اور اس کے ذریعے طہارت حاصل کرو، اس عورت نے عرض کیا: روئی کے ذریعے طہارت کیسے حاصل کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے ساتھ طہارت حاصل کرو، اس نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اس کے ذریعے کیسے طہارت حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس کے ساتھ طہارت حاصل کرو، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے یہ صورت حال دیکھی تو اس عورت کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اسے بتایا کہ اس روئی کے گالے کو فلاں مقام پر رکھو اور اس کے ذریعے خون کا اثر ختم کرو، فرماتی ہیں: میں نے اس عورت کو تفصیل کے ساتھ سمجھایا کہ روئی کے گالے کو کس مقام پر رکھنا ہے۔(۱)

۴۔ایک غلط رسم کی تردید:

عرب سماج میں میں متبنی (منہ بولے بیٹے) کی مطلقہ یا بیوہ اور منہ بولے بھائی کی بیٹی سے نکاح کو معیوب سمجھا جاتا تھا، نبی کریم علیہ السلام نے اپنے متبنی حضرت زید کی بیوی ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش اور اپنے منہ بولے بھائی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کرکے ان دونوں غلط رسموں کی بیخ کنی فرمائی تھی، اور اپنے عمل کے ذریعہ یہ ثابت فرمایا تھا کہ یہ دونوں رسمیں غلط ہیں، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کا پیغام لے کر حضرت خولہ گئیں تو اس پر حضرت ابوبکر کا تردد اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

'' فجاء ابوبكر ،فقالت: يا ابا بكر ماذا ادخل الله عليكم من الخير

۱۔شبہات واباطیل حول زوجات الرسول ص:۱۵

والبركة؟ ارسلنی رسول الله ﷺ اخطب علیه عائشة ، فقال : هل تصلح له؟انما هی بنت اخیه؟ فرجعت الی رسول الله ﷺ فذکرت له ،فقال: ارجعی الیه فقولی له : انت اخی فی الاسلام و انا اخوک، و ابنتک تصلح لی، فأتت ابا بکر ،فقال : ادعی رسول الله ﷺ فجاء فانکحه، و انا یومئذ ابنة ست سنین"۔(۱)

ترجمہ: اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، حضرت خولہ نے عرض کیا: اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ عائشہ سے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے، حضرت ابوبکر نے فرمایا: کیا عائشہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ہوجائے گا ؟ وہ تو ان کی بھتیجی لگتی ہے، حضرت خولہ بیان فرماتی ہیں: میں واپس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی، میں نے حضرت ابوبکر کی بات بتائی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ جا کر ان سے کہہ دو کہ وہ میرے اسلامی بھائی ہیں، اور میں ان کا اسلامی بھائی ہوں، میرا حضرت عائشہ سے نکاح ہوسکتا ہے، پھر حضرت خولہ حضرت ابو بکر کے پاس آئیں ،تو انہوں نے حضور علیہ السلام کو دعوت دے کر سیدہ عائشہ سے ان کا نکاح کردیا۔

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے ذہن میں یہ بات تھی کہ کسی بھی طرح کے بھائی کی بیٹی سے نکاح ناجائز ہے ،اس پر نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ صرف نسب ورضاعت کے طور پر جو اخوت ثابت ہو وہ بھائی کی بیٹی سے نکاح سے مانع ہے، باقی دینی بھائی یا منہ بولے بھائی کی بیٹی سے نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یوں ہی سیرت کی معروف کتاب ''عدد زوجات الزوجات الرسول'' میں ہے:

" زواج رسول الله ﷺ منها عمل علیٰ الغاء ما تعارف علیه الناس فی الجاهلیة من التآخی ،فکان الناس فی الجاهلیة یتآخون فیما بینهم ، فینبنی علی هذه الاخوة ما ینبنی علی الاخوة الحقیقیة من احکام، و منها حرمة الزواج بابنة الاخ، فالغی الاسلام هذه الفکرة بزواج رسول الله ﷺ بابنة ابی بکر رضی الله عنه"۔ (۲)

۱۔رواہ البخاری مختصرا فی صحیحہ ج ۱ ص ۷۶۰ مجلس برکات مبارک پور، مجمع الزوائد ۹/ ۲۲۵، فتح الباری ۷/ ۲۲۵، سنن کبریٰ ۷/ ۱۲۹

۲۔ملک مرتضی، عدد زوجات الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۱۵

ترجمہ: سیدہ عائشہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح جاہلیت میں معروف ایک رسم منہ بولا بھائی بنانے کی کو ختم کرنے کی نیت سے تھا، چنانچہ لوگ جاہلیت میں آپس میں ایک دوسرے سے رشتہ مواخات قائم کرتے، اوراس کی بنیاد پر اس غیر حقیقی مواخاۃ پر حقیقی مواخاۃ کے احکام نافذ کرتے، جن میں سے ایک بھتیجی سے نکاح کی حرمت ہے، تو اسلام نے نبی کریم علیہ السلام کے اپنے منہ بولے بھائی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کے ذریعہ اس باطل رسم کو ختم کردیا۔

اجمالی طور سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب فرماتے ہیں:

''اوران کے ساتھ نکاح کرنے میں حکمت یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے سب سے معتمد صحابی تھے، ان کو رشتہ کی فضیلت عطا کرنی تھی، کہ وہ آپ کے خسر ہو گئے، ۔۔۔اور کم سن کنواری لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کا نمونہ قائم کرنا تھا، اور یہ بتلانا تھا کہ دوست اور ایمانی بھائی حقیقی بھائی نہیں ہوتا ہے، اوراس کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے''۔(۱)

۵۔سیدہ عائشہ کو سرمایہ افتخار عطا کرنا:

معترضین کم سنی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کو ان پر زیادتی خیال کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ سیدہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا، معاذ اللہ، یہ الزام سراسر غلط ہے، کیوں کہ سیدہ کی کتاب زندگی کا ورق ورق اس بات پر شاہد ہے کہ آپ اس نکاح کو اپنے لیے اللہ کی عظیم نعمت، وجہ سعادت، اور سرمایہ فخر سمجھتی تھیں، آپ اپنی ازدواجی زندگی سے مکمل طور پر مطمئن اور خوش تھیں، آپ زوجات میں سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتی تھیں، ورنہ اگر آپ پر ذرا بھی جنسی زیادتی ہوئی ہوتی، اور آپ کی مرضی کے خلاف جبراً نبی کریم علیہ السلام سے آپ کا نکاح ہوا ہوتا تو نہ تو اس نکاح کو آپ اپنے لیے سرمایہ افتخار تصور فرماتیں، نہ آپ سے اس قدر والہانہ محبت فرماتیں اور نہ ہی احکام شرعیہ کا اتنا بڑا ذخیرہ آپ سے منقول ہوتا۔

ذیل میں اس موضوع سے متعلق چند دلیلیں حاضر ہیں:

۱۔ملخصا تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی، ج ۲/ص ۵۶۰، ادبی دنیا دہلی

صحیح مسلم شریف میں ہے:

”عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ :لَمَّا أُمِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَخْيِيرِ أَزْوَاجِهِ بَدَأَ بِي فَقَالَ :يَا عَائِشَةُ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَسْتَعْجِلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ قَالَتْ :وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَايَ لَمْ يَكُونَا لِيَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ قَالَتْ: ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ حَتَّى بَلَغَ“ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا“ فَقُلْتُ :فِي أَيِّ هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ ،فَإِنِّي أُرِيدُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ وَفَعَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ“۔(۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ازواج کے درمیان تخییر کا حکم دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے مجھ ہی سے آغاز فرمایا، فرمایا کہ میں تمہارے سامنے ایک بات ذکر کر رہا ہوں، اس تعلق سے عجلت نہ کرنا جب تک اپنے والدین سے مشورہ نہ کر لینا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ میرے والدین مجھے آپ سے جدائیگی کا حکم نہیں دے سکتے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ یہاں تک کہ آپ نے ”لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا“ تک تلاوت فرمائی میں نے عرض کیا: کیا اسی بارے میں والدین سے مشورہ کرنا ہے، تو میں اللہ و رسول کی رضا اور آخرت کو ترجیح دیتی ہوں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔

کسی کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ ممکن ہے آپ رضی اللہ عنہا نے آپ کے لحاظ میں یا آپ سے ڈر کر مذکورہ بات کہہ دی ہو، اس لیے اس حوالے سے صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں:

”عن عائشة قالت:كان رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يستأذِنُنا في

۱۔ المجلد الاول من صحیح مسلم ص ۴۷۹، مجلس برکات مبارک پور

يومِ المرأةِ منَّا بعدَما أُنزِلتْ {تُرۡجِي مَن تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـٔۡوِيٓ إِلَيۡكَ مَن تَشَآءُۖ} [الأحزاب: 51] قالت مُعاذةُ: فما تقولينَ لرسولِ اللّٰهِ صلَّى اللّٰهُ عليه وسلَّم إذا استأذَنكِ ؟ قالت: أقولُ: إنْ كان ذاك إليَّ لم أوثِرْ أحدًا على نفسي"۔(۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ " تُرۡجِي مَن تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـٔۡوِيٓ إِلَيۡكَ مَن تَشَآءُ" نازل ہوئی تو ہر زوجہ کی باری کے دن ہم سے اجازت طلب فرماتے، ان سے حضرت معاذہ نے عرض کیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے (رہنے یا جانے کے بارے میں) اجازت لیں گے (پوچھیں گے) تو آپ کیا کہیں گیں؟ آپ نے فرمایا: میں کہتی ہوں کہ اگر معاملہ میرے اختیار میں دیا گیا تو میں خود پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کو ترجیح نہیں دوں گی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت وعقیدت مخلصانہ تھی، کسی دباؤ یا ڈر کی وجہ سے آپ حضور علیہ السلام سے متاثر نہیں تھیں، جو جذبہ محبت روبروے رسول علیہ السلام تھا وہی آپ کی غیر موجودگی میں بھی تھا۔

واضح رہے کہ یہ محبت خالصہ کسی دنیاوی غرض پر مبنی نہیں تھی، بلکہ اس کی بنیاد جن امور پر تھی انہیں درج ذیل عبارت میں ملاحظہ فرمائیں۔

''امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

"هذه المنافسة فيه ﷺ ليست بمجرد الاستمتاع ولمطلق العشرة و شهوات النفوس و حظوظها التى تكون من بعض الناس بل هى منافسة فى امور الآخرة والقرب من سيد المرسلين والآخرين والرغبة فيه و فى خدمته و معاشرته والاستفادة منه و فى قضاء حقوقه و حوائجه و توقع نزول الرحمة والوحى عليه عندها"۔(۲)

ترجمہ: حضور علیہ السلام کی ذات کے تعلق سے ازواج مطہرات میں یہ منافست ومقابلہ آرائی محض جنسی فائدہ کے حصول، معاشرت، نفسانی خواہشات اور جنسی لطف اندوزی کی بنیاد پر نہیں تھی، جیسا کہ بعض لوگوں سے ہوتا ہے بلکہ در اصل یہ منافست امور آخرت، سید المرسلین

۱۔ایضاً

۲۔شرح صحیح مسلم ۲/ ۴۷۹، مجلس برکات مبارک پور

والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت، آپ سے لگاؤ، آپ کی خدمت و ہم نشینی، آپ سے استفادہ، آپ کے حقوق وضروریات کی تکمیل اور اپنے پاس رہتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزول وحی اور اپنے اوپر نزول رحمت کی امید میں دلچسپی کی بنیاد پر تھی۔

محبت کی فراوانی غیرت پر آمادہ کرتی ہے، پھر محب اپنے محبوب کی ذات میں شرکت برداشت نہیں کر پاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے سیدہ عائشہ کے دل میں کس قدر غیرت والی محبت تھی اس کا اندازہ درج ذیل واقعے سے لگائیں:

”عَن عَائشة ،قالت: فَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةً فَخَرَجْتُ فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيعِ فَقَالَ: "أَكُنْتِ تَخَافِينَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ". قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ . فَقَالَ: " إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ"(۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور کو اپنے حجرہ میں نہیں پایا، میں آپ کو تلاشنے کے لیے نکلی تو آپ بقیع میں ملے، حضور نے فرمایا: عائشہ کیا تمھیں اس کا ڈر تھا کہ اللہ اور اس کے رسول تم پر ظلم کریں گے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے سوچا کہ آپ اپنی کسی زوجہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کو بخش دیتا ہے۔

اس حدیث پاک سے صاف واضح ہے کہ بیوی ہونے کی حیثیت سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چاہتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ انہیں کے پاس تشریف رکھیں، اسی لیے جب ایک رات حجرے میں نہیں پایا تو آپ کی ازدواجی غیرت نے آپ کو بے چین کردیا، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت نے اتنا بےقرار کردیا کہ رات ہی میں آپ کی تلاش میں نکل پڑیں، پھر آپ کا قول کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ اپنی کسی زوجہ کے پاس ہوں گے، یہ بھی آپ کی محبت وغیرت

۱۔ ترمذی، امام ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورۃ ترمذی متوفی: ۲۷۹، ج ا ص ۱۵۳، حدیث رقم: ۷۳۹، الطاف اینڈ سنز، کراچی پاکستان

کی واضح دلیل ہے۔

سیدہ عائشہ اس نکاح کو اپنے لیے وجہ افتخار سمجھتی تھیں المستدرک میں ہے:

عن عبدالله بن صفوان عن عائشة رضى الله عنها قالت:خلال لى تسع لم تكن في أحد من النساء إلا ماآتى الله مريم بنت عمران، والله ما أقوله اني أفتخر على صواحبي،فقال لهاعبدالله بن صفوان: و ما هى ياام المومنين؟ قالت: جاء الملک بصورتی الی رسول الله فتزوجنی رسول الله صلى الله عليه وسلم و انا ابنة سبع سنين، و اهديت اليه و انا ابنة تسع سنين،وتزوجني بكرا لم يشركه فيّ أحد من الناس، وأتاه الوحي وأنا وإياه في لحاف واحد، وكنت من أحب الناس إليه، ونزل فيّ آيات من القرآن كادت الأمة تهلك فيها، ورأيت جبريل ولم يره أحد من نساءه غيري، وقبض في بيتي لم يله أحد غيالملک الا أنا۔(۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن صفوان سے مروی ہے، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: نو ایسی خصوصیتیں ہیں جو مجھ سے قبل کسی بھی خاتون کو نہیں دی گئیں، ہاں مگر وہ شرف جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم بنت عمران کو عطا فرمایا وہ مستثنیٰ ہے، با خدا میں ان باتوں کو اپنی صواحبات (سوکنوں) پر اظہار فخر کے لیے نہیں کہہ رہی ہوں۔

آپ سے حضرت عبداللہ بن صفوان نے پوچھا: وہ نو خصلتیں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: حضور ﷺ نے مجھ سے چھ سال کی عمر میں نکاح فرمایا اور نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی، صرف مجھ سے ہی حالت بکر میں نکاح کیا کسی اور سے نہیں، وحی آتی تھی جب کہ ہم دونوں ایک لحاف میں ہوتے، میں آپ کو سب سے زیادہ چہیتی تھی، میرے بارے میں آیات قرآنیہ کا نزول ہوا، جب کہ امت ہلاک ہونے والی تھی، ازواج میں صرف میں نے ہی حضرت جبریل کو دیکھا، حضور کا وصال میرے حجرے میں ہوا جب کہ اس وقت میرے اور فرشتے کے سوا کوئی تیسرا نہیں تھا۔

مذکورہ روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات پر نازاں تھیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو نابالغی میں اپنے حبالہ عقد میں لیا، اور بلوغت کی عمر میں ان سے خلوت فرمائی، اس

۱۔ **المستدرک علی الصحیحین للامام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری، ج ۴** ص ۱۱، ذکر الصحابیات من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیۃ بیروت

پر بھی فخر کر رہی ہیں کہ وہ آپ علیہ السلام کے نزدیک سب سے زیادہ چہیتی تھیں، اس طرح کی باتیں ایک ایسی بیوی نہیں کہہ سکتی جس پر کسی طرح کی جنسی زیادتی کی گئی ہو، یا جس کی مرضی کے خلاف اس سے جبراً نکاح کیا گیا ہو، یہ بولی تو ایک ایسی وفا شعار زوجہ کی ہوگی جو اپنے زوج کریم پر فدا ہونے کا جذبہ رکھتی ہو اور جو اپنے شوہر کے حسن معاشرت اور نیک برتاو سے حد درجہ مطمئن ہو۔

واقعہ افک سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا ثبوت۔

نبی کریم علیہ السلام کی سب چہیتی بیوی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ۵ ہجری میں غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے موقع پر ایک حادثے کو لے کر منافقین اور ان کو دیکھ کر کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تہمت لگائی، جس سے نبی کریم علیہ السلام، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور تمام اہل اسلام حد درجہ پریشان ہوئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ کی پاک دامنی کا اعلان کرتے ہوئے سورہ نور کی دس آیات نازل فرما کر آپ کی عفت و پاک دامنی کی شہادت عطا فرمائی۔ پہلی آیت یہ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱)

ترجمہ: بیشک جو لوگ بڑا بہتان لائے ہیں وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔ تم اس بہتان کو اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے، ان میں سے ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور ان میں سے وہ شخص جس نے اس بہتان کا سب سے بڑا حصہ اٹھایا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔

واقعہ کی تفصیل کتب حدیث وسیرت میں موجود ہے، وہاں دیکھ سکتے ہیں، اس واقعہ سے سیدہ عائشہ صدیقہ کی بارگاہ رب العزت میں مقبولیت اور دائمی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

ظاہر ہے یہ دائمی شرف آپ کو صرف اس لیے ملا کہ آپ محبوب رب العالمین کی محبوب ترین زوجہ تھیں، گویا اس عظمت و وقار کی وجہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہی تھی۔

۱۔ النور: ۱۱

کم سنی میں نکاح اہل عرب کے یہاں معیوب نہیں تھا

جس زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تھا اس وقت عرب سماج میں کم عمری میں نکاح کوئی عیب کی بات نہیں تھی، بعثت سے پہلے بھی اور بعثت کے بعد بھی، بلکہ عہد جاہلیت میں تو ماں کے شکم میں موجود لڑکے یا لڑکی کا نکاح بھی عام تھا، پیدا ہوتے ہی شادی کا رواج تھا، ایسے میں اس بات کو لے کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کم سنی میں نکاح فرمایا آپ علیہ السلام پر انگشت نمائی جہالت و نادانی کے سوا کچھ نہیں۔

ذیل میں چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ”عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: توفی عثمان بن مظعون و ترک ابنة له من خولة بنت حکیم بن امیة، و اوصی الیٰ اخیه قدامة بن مظعون وهماخالای ،فخطبت الی قدامة ابنة عثمان، فزوجنیها ، فدخل المغیرة بن شعبة الیٰ امها، فارغبها الیٰ المال، فخطب الیه وحطت الجاریة الیٰ هوی امها، حتیٰ ارتفع امرهم الیٰ النبی ﷺ ،فقال قدامة : یا رسول الله ﷺ! ابنة اخی، و اوصی بها الی،فزوجتها ابن عمر ،و لم اقصر بالصلاح و الکفاءة، و لکنها امرأة و انها حطت الیٰ هوی امها، فقال رسول الله ﷺ : هی یتیمة، و لا تنکح الا باذنها، فانتزعت منی والله بعد ان ملکتها، فزوجوها المغیرة بن شعبة“۔(۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عثمان بن مظعون کی وفات ہوئی تو آپ نے اپنی بیوی خولہ بنت حکیم بن امیہ سے ایک بچی چھوڑی، اور اس کے حق میں اپنے بھائی قدامہ بن مظعون کو وصیت کر دی، دونوں میرے ماموں ہیں، میں نے قدامہ کو نکاح کا پیغام دیا، انہوں نے حضرت عثمان کی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیا، پھر حضرت مغیرہ بن شعبہ آئے، اور اس بچی کی ماں کو مال کی رغبت دی، وہ ان کی طرف مائل ہو گئیں، اور ان کی بچی ماں کی خواہش پر مجبور

۱۔المستدرک ۲/۱۶۷، سنن کبریٰ ۷/۱۲۰، زواج السیدة عائشه رضی الله عنها، ص ۱۶۔خلیل ابراهیم ملا خاطر، المدینة المنورة ط:۱۴۰۵

ہوگئی، معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار تک پہونچا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں قدامہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میری بھتیجی ہے، اس کو میرے بھائی نے میرے سپرد کیا تھا، اس کا نکاح میں نے حضرت ابن عمر سے کردیا تھا، میں نے اس کے ساتھ بھلائی اور ہم پلہ شوہر کے انتخاب میں کوئی کوتاہی نہیں کی، مگر یہ بچی ہے، اپنی ماں کی خواہش کی طرف جھک گئی، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ یتیم بچی ہے، لہٰذا بغیر اس کی مرضی کے نکاح نہیں ہوسکتا ہے، تو مجھ سے وہ بچی لے کر حضرت مغیرہ کے عقد میں دے دی گئی، حالاں کہ میں اس کا مالک ہو چکا تھا۔

واضح رہے کہ "**یتیمه**" اس بچی کو کہتے ہیں جو نابالغ ہو اور اس کا باپ وفات پاچکا ہو، یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر کے نکاح پر کوئی اعتراض کیا نہ ہی حضرت مغیرہ بن شعبہ کی شادی کی پیش کش پر، پتہ چلا کہ اس وقت نابالغ بچیوں سے نکاح کوئی عیب کی بات نہیں تھی۔

۲۔" ولدت یوم خیبر یوم فتح النبی خیبر فسمانی رسول الله صلی الله علیه وسلم"سهلة" وقال سهل الله امرک، و ضرب لی بسهم و زوجنی عبدالرحمن بن عوف رضی الله عنه یوم ولدت" (۱)

ترجمه: میری ولادت خیبر کے دن ہوئی جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا، تو حضور علیہ السلام نے میرا نام "سہلہ" رکھا، اور فرمایا اللہ تیرا معاملہ آسان فرمائے اور مال غنیمت میں میرا حصہ بھی لگایا، اور اسی دن حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے میرا نکاح بھی کردیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اہل عرب بچی کی پیدائش کے دن ہی اس کا نکاح کردیتے تھے، ان کے یہاں کوئی عار کی بات نہیں تھی۔

۳۔ حضرت میمونہ بنت کردم کی حدیث ہے کہ اہل عرب اس بچی کا نکاح بھی کردیتے تھے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوتی تھی، چناں چہ سنن ابوداود میں ہے:

"فقال طارق بن المرقع :من یعطینی رمحا بثوابه؟قلت :وما ثوابه؟قال ازوجه اول بنت تکون لی"(۲)

۱۔ مجمع الزواوائد ج ۴ ص ۲۹۹، زواج السیدة عائشہ رضی اللہ عنہا، ص 17۔ خلیل ابراھیم ملا خاطر، المدینة المنورة ط: ۱۴۰۵

۲۔ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی تزویج من لم یولد، ص ۲۸۶، مکتبہ تھانوی دیوبند

ترجمہ: طارق بن مرقع نے کھڑے ہوکر کہا کہ کون ہے جو مجھے ایک نیزہ بدلے میں دے گا؟ میں نے کیا کہ اس کا بدلہ کیا ہے؟ فرمایا: اس سے میں اپنی اس بیٹی کا نکاح کردوں گا جو سب سے پہلے پیدا ہوگی۔

۴۔ ام المومنین حضرت صفیہ سے حضور علیہ السلام کا نکاح ۱۷ رسال سے کم کی عمر میں ہوا، چنانچہ مستدرک میں ہے:

عن صفية رضى الله عنها ۔۔۔" و جهدى ان بلغت سبع عشرة سنة ليلة اذ دخلت على رسول الله ﷺ" (۱)

ترجمہ: حضرت صفیہ سے مروی ہے کہ جس وقت میں حضور ﷺ کی خلوت میں گئی اس وقت میری عمر تقریبا ۱۷ رسال کی تھی۔

واضح رہے کہ سیدہ صفیہ کا نکاح حضور سے قبل دو لوگوں سے ہو چکا تھا، ایک تو سلام بن مشکم قرظی سے دوسرے کنانہ بن ربیع سے، پتہ چلا کہ یہود کے یہاں بھی کم عمری میں نکاح کا رواج تھا۔(۲)

۵۔ نبی کریم ﷺ نے امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب کا نکاح سلمہ بن ابی سلمہ سے کیا تھا جب کہ دونوں نابالغ تھے۔(۳)

۶۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی بچی ام کلثوم کا نکاح حضور ﷺ کی وفات سے کچھ پہلے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کرایا، حالاں کہ سیدہ ام کلثوم ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہونچی تھیں۔(۴)

۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بالغ بچی فارعہ بنت اسعد بن زرارہ کا نکاح ایک انصاری شخص سے کرایا۔(۵)

---

[1]۔ **المستدرک علی الصحیحین، ذکر الصحابیات من ازواج النبی**، ج ۴ ص ۳۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[2]۔ **زواج السیدۃ عائشه رضی الله عنها** ص ۱۹۔ خلیل ابراہیم ملا خاطر، المدینۃ المنورۃ ط: ۱۴۰۵

[3]۔ **زواج السیدۃ عائشة لخلیل ابراهیم ملا خاطر**، ط: المدینۃ المنورۃ، ۱۴۰۵، ص ۲۰

[4]۔ **زواج السیدۃ عائشة لخلیل ابراهیم ملا خاطر**، ط: المدینۃ المنورۃ، ۱۴۰۵، ص ۲۴

[5]۔ **فتح الباری للامام احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۹/ ۲۲۵**، زواج السیدۃ عائشۃ لخلیل ابراھیم ملا خاطر، ط: المدینۃ المنورۃ، ۱۴۰۵، ص ۲۴

۸۔ چودہ سال کی عمر میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے زینب بنت حنظلہ بن قسامہ سے نکاح کیا، پھر انہیں طلاق دے دی(۱)

۹۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضرت زبیر نے اپنی بچی کا نکاح کردیا جس دن وہ پیدا ہوئی۔(۲)

۱۰۔ امام ابن شہاب زھری، امام حسن، حضرت قتادہ، امام شعبی اور امام نخعی وغیرہ سے بھی قولا وفعلا کم سنی میں نکاح کرنا کرانا ثابت ہے۔

مذکورہ دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ کم سنی میں نکاح اہل عرب کے یہاں کوئی عیب کی بات نہیں تھی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کم سنی میں نکاح فرمایا تو اسے عیب وعار کی بات قرار دینا کہاں تک صحیح ہے؟

❁❁❁

۱۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۴/۲۷ ، زواج السیدۃ عائشۃ لخلیل ابراھیم ملا خاطر، ط: المدینۃ المنورۃ، ۱۴۰۵ھ ص ۲۵

۲۔ **کتاب الام للشافعی**: ۷/۱۴۳، زواج السیدۃ عائشۃ لخلیل ابراھیم ملا خاطر، ط: المدینۃ المنورۃ، ۱۴۰۵ھ ص ۲۵

دیگر مذاہب میں کم عمری میں نکاح

ماقبل کی تفصیل سے واضح ہوگیا کہ مذہب اسلام میں خصوصاً اہل عرب کے یہاں کم عمری میں نکاح کا رواج تھا، یہ بات نہ توعیب و عار کی وجہ تھی، نہ ہی طعن و تشنیع کا باعث، اگر کوئی اسے عیب خیال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایسا صرف مذہب اسلام ہی میں ہوتا ہے، تو وہ غلط ہے، دیگر مذاہب اور مختلف بلاد وامصار میں کم سنی میں نکاح عام بات ہے، یہ نہ توعیب ہے نہ ہی جنس پرستی کا ذریعہ، ذیل کے حقائق ملاحظہ فرمائیں حقیقت خود بخود عیاں ہوجائے گی۔

یہودیت:

دنیا کے قدیم ترین مذہب یہودیت میں شادی کی عمر 12 سال رکھی گئی ہے، چنانچہ یہودی قانون میں ہے کہ جس کی لڑکی بارہ سال کی ہوجائے اور وہ اس کی شادی نہ کرے، اور اس لڑکی سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو وہ گناہ اس شخص پر ہوگا۔(۱)

''تلمود کے احکامات'' میں مرد کی شادیوں کی نارمل عمر ۱۸ سال اور عورتوں کی ۱۳ سال مقرر کی گئی ہے، لیکن یہودیوں کے یہاں عملا شادیاں اس سے کم عمر میں بھی ہوتی رہی ہیں، تیرہویں صدی میں یہودی لڑکیوں کی شادیاں بلوغت سے پہلے کردی جاتی تھیں، اور سترہویں صدی کے دوسرے نصف میں دولہا دس سال کی عمر کو بھی نہیں پہنچتا تھا کہ اس کی شادی ہوجاتی تھی، اور دلہن کی عمر اس سے بھی کم ہوتی تھی۔(۲)

ماسبق میں گزرا کہ ام المومنین حضرت صفیہ سے حضور علیہ السلام کا نکاح ۱۷ر سال سے کم کی عمر میں ہوا، چنانچہ مستدرک میں ہے:

عن صفية رضى الله عنها ---" و جهدى ان بلغت سبع عشرة سنة ليلة اذ دخلت على رسول الله ﷺ"۔(۳)

۱۔اسلام کا نظام عفت وعصمت ص ۱۹۵

۲۔شادی کی تاریخ، ص ۱۵۶

۳۔**المستدرک على الصحيحين**، ذکر الصحابیات من ازواج النبی، ج ۴ ص ۳۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ترجمہ: حضرت صفیہ سے مروی ہے کہ جس وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت میں گئی اس وقت میری عمر تقریبا ۱۷ رسال کی تھی۔

حضرت صفیہ قبیلہ بنو نضیر سے تھیں جو یہودیوں کا مشہور قبیلہ تھا، ماسبق میں ذکر ہوا کہ آپ کا نکاح حضور سے پہلے دو لوگوں سے ہو چکا تھا، پتہ چلا یہود کے یہاں کم عمری میں نکاح رائج تھا۔

عیسائیت:

عیسائی مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اس مذہب میں ۹ سال سے لے کر ۱۴ سال تک کی لڑکیوں کی شادی عام بات تھی۔

۱۔ چنانچہ عیسائیت کی سب سے بڑی کتاب ''بائبل'' میں ہے:

But save your selves every girl who has never slept with a man(۱).

ترجمہ: مگر وہ لڑکی جو باکرہ ہے اس کو اپنے لیے محفوظ کرلو۔

۲۔ عیسائیوں کی کیتھولک انسائیکلو پیڈیا کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم کا نکاح بارہ سال کی عمر میں ننانوے سال کے جوسف سے ہوا تھا۔ ۱۹۲۹ء سے پہلے کیتھولک قانون کے مطابق چرچ آف انگلینڈ کے وزرا ۱۲ رسال کی لڑکی سے نکاح کر سکتے تھے۔

۳۔ ۱۹۸۳ سے پہلے کیتھولک رسم کے مطابق پادری ۱۲ سال کی عمر کی لڑکیوں کو اپنے نکاح میں لاسکتے تھے۔

۴۔ ۱۸۸۰ میں امریکہ کے اسٹیٹ آف ڈیلیورا میں لڑکی کی عمر آٹھ سال تھی، اور کیلیفورنیا میں ۱۰ رسال تھی، اسی طرح میسیچوسیس میں ۱۲ رسال، نیو ہیمفر میں ۱۳ رسال اور نیو یارک میں ۲۴ سال تھی، یوں ہی عیسائیت کی بڑی شخصیات نے بھی کم عمری میں نکاح کیا۔ مثلاً:

سینٹ آگاسٹین نے دس سال کی بچی سے نکاح کیا۔

راجا ریچرڈ نے ۷ سال کی بچی سے نکاح کیا۔

ہینری نے ۶ رسال کی لڑکی سے نکاح کیا۔

۱۔ verse 17,chapter 32

ہندو دھرم:

دیگر مذاہب کی طرح ہندو دھرم میں بھی کم عمری میں نکاح کا تصور ملتا ہے، اس دھرم کی بڑی شخصیات نے کم عمر میں نکاح کیا، اس دھرم کے مہان لوگوں نے اسے جائز کہا ہے، یہ دھرم بھی کم عمر میں نکاح کو ناجائز نہیں کہتا ہے، بلکہ بلوغت کے بعد نکاح کو گناہ قرار دیتا ہے، اس مذہب کی وہ بزرگ ہستیاں جنہیں پوجا جاتا ہے انہوں نے بھی کم سن عمر کی لڑکیوں سے نکاح کیا ہے۔

یہاں یہ بات بالکل واضح رہے کہ ہمارا مقصود کسی بھی دھرم کا ایمان یا اس کی بڑی بزرگ ہستیوں کی توہین نہیں، نہ کسی حق پسند کی دل آزاری ہمارا شیوہ ہے، ہم تو تمام مذاہب میں کم عمری میں نکاح کو دکھا کر بس یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کم عمری میں نکاح کوئی ایسی بات نہیں کہ جس کو لے کر کسی بھی دھرم کی مقدس ہستیوں پر کیچڑ اچھالا جائے، یا اس دھرم کے پیروکاروں کی توہین کی جائے، یا اس دھرم ہی کو برا کہا جائے، یہ سب باتیں مذہب اسلام نہیں سکھاتا، ہماری سب سے بڑی کتاب قرآن مجید میں ہے: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ''(۱)

ترجمہ: انہیں برا بھلا نہ کہو جو ان کے معبود ہیں اللہ کے سوا کہ وہ زیادتی کرتے ہیں وہ لاعلمی میں اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے۔

اس آیت نے بات واضح کر دی کہ ہمیں کسی بھی دھرم کے معبودوں کو برا بھلا کہنے کی اجازت نہیں، کیوں کہ ہم کسی مذہب کے معبودوں کی توہین کریں گے تو پلٹ کر اس مذہب کے لوگ ہمارے معبود کی توہین کریں گے۔

اب آیئے دیکھتے ہیں ہندو دھرم میں کم عمری میں نکاح سے متعلق کیا احکامات ہیں:

ماسبق میں ''ہندو دھرم میں نکاح کی عمر'' کے عنوان کے تحت بہت ساری باتیں اس موضوع سے متعلق گزر چکی ہیں، یہاں چند باتوں کا اعادہ ضروری سمجھتا ہوں، مزید کچھ نئی چیزیں بھی پیش کروں گا ان شاء اللہ عزوجل۔

۱۔ الانعام: ۱۰۸

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی اپنی کتاب ''اسلام اور ہندو دھرم کا تقابلی مطالعہ'' ۲/ ۵۴۴ میں وسشٹھ اسمرتی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ماں باپ کی لاپرواہی سے شادی سے پہلے ہی لڑکی کو اگر ماہواری شروع ہو جاتی ہے تو اس لڑکی سے شادی کرنے والے کو دیکھنے سے ہی پاپ لگتا ہے، وہ صرف نظر سے ہی ہلاک کر دیتا ہے، اس لیے اس کی ماہواری آنے سے قبل ہی لڑکی کی شادی کر دیں، ایسا نہ کرنے پر ماں باپ کو گناہ ہوتا ہے۔(۱)

سنورت اسمرتی میں ہے:

''آٹھ سال کی لڑکی کی شادی سب سے بہتر ہے، دس سال سے پہلے لڑکی کی شادی نہ کرنے والے ماں باپ اور بھائی نرک میں جاتے ہیں،(۲)

گوتم دھرم سوتر میں ہے:

''ماہواری شروع ہونے قبل ہی لڑکی کی شادی کر دینی چاہئے جو ایسا نہیں کرتا وہ پاپی ہے''۔(۳)

''ستیارتھ پرکاش''سملاس چوتھا، شلوک ۱۴، ص ۱۰۵ پر ہے: ارتھ یہ ہے کہ لڑکی کا آٹھویں برس گوری، نویں برس اوہنی، دسویں برس کنیا اور اس کے بعد ''رجلا'' (حیض والی) نام ہوتا ہے، دسویں برس تک بیاہ نہ کرکے ''رجلا'' لڑکی کے ماں باپ اور اس کا بڑا بھائی تینوں نرک میں جاتے ہیں''۔

منو دھرم شاشتر باب ۹، ص ۲۱۵، شلوک ۸۸ مطبوعہ نگارشات پلشرز لاہور میں ہے:

''خواہ بیٹی ابھی عمر کو نہ پہنچی ہو، باپ کو چاہئے کہ ممتاز، خوبصورت اور برابر ذات کا رشتہ آنے کی صورت میں قبول کرے''۔

اسی کتاب میں ہے:

۱۔ وسشٹھ اسمرتی: ادھیائے ۱۷ / شلوک ۶، ۱۲

۲۔ سنورت اسمرتی۔ ۶۴۔۶۶۔۶۷

۳۔: گوتم اسمرتی ۱۸۔۲۰، گوتم دھرم سوتر ۱۱۔۱

''تیس سال کا مرد بارہ سالہ کنیا سے شادی کرے گا جو اسے خوش رکھ سکے، یا چوبیس برس کا مرد آٹھ سالہ لڑکی سے، اگر دوسرے فرائض کی ادائیگی میں حائل نہ ہو تو اسے شادی کرنی چاہیئے''۔(۱)

اسی طرح ویدھائن دھرم سوتر ۴۔۱۔۱۲، مہابھارت انوشاسن پرو(۱۶۔۴۴) اور وسشٹھ دھرم سوتر (۱۷۔۶۷۔۶۸ اور ۱۷۔۷۰۔۷۱) میں ہے:

''لڑکی غیر شادی شدہ رہنے پر باپ یا سر پرست لڑکی کی ہر ماہواری پر حمل گرانے کے پاپ کا سزاوار ہوتا ہے''۔

رام جی نے سیتا جی سے ۶ سال کی عمر میں نکاح کیا:

شری رام جو ہندو دھرم کے آدرش اور مہان شخص ہیں، ہندو بیرون ہند میں جن کی پوجا کی جاتی ہے، انہوں نے سیتا جی سے ۶ رسال کی عمر میں نکاح کیا، اور اسی وقت ان کی رخصتی بھی ہو گئی تھی، اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں، نہ اس کو لے کر رام جی پر اعتراض کرنا مناسب ہے، کیوں کہ جس سماج اور ماحول میں آپ رہتے تھے اس میں کم عمری میں نکاح کوئی عیب و عار کی بات نہیں تھی۔

پروفیسر معین الدین احمد ویلسن کالج ممبئی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''آریوں کا برتاؤ'' (مطبوعہ جامعہ ملیہ اسلامیہ پریس دہلی) میں شری رام اور سیتا جی کے کم عمری میں نکاح سے متعلق درج ذیل دلائل و شواہد پیش کیے ہیں:

۱۔ایک دفعہ وشوا متر منی نے راجہ دشرتھ سے درخواست کی کہ چند روز کے لیے رام کو میرے ساتھ بھیج دیجیے تاکہ میری نگہداشت کریں، اور راکشسوں کو ماریں جو اعتکاف میں مخل ہوتے ہیں اور مجھے عبادت نہیں کرنے دیتے ہیں، رام کے سوا اور کوئی اس کام کو نہیں کر سکتا، اگر چہ رام بچہ ہیں مگر ان شیطانوں کو مارنے کے لیے کافی ہیں، یہ سن کر راجہ دشرتھ نے معذرت کی اور کہا کہ رام تو سولہ برس سے کم عمر کے ہیں اس لیے لڑائی کے قابل نہیں۔(۲)

۱۔باب ۹،ص ۲۱۶،شلوک: ۹۴

۲۔رامائن، بال کانڈم، سرگ ۲۰،شلوک ۲

یہ سن کر وشوامترمنی ناراض ہو گئے، آخر گرو وسشٹھ کے سمجھانے سے راجہ دشرتھ مان گئے، اور رام کو ان کے سپرد کردیا، اور لکشمن کو ساتھ کردیا، ان بچوں کی حفاظت میں وشوامترمنی نے عبادت سے فراغت پائی، ان دنوں کی کیفیت ایک موقع پر ماریچہ رشی نے یوں بیان کیا:

''رام کے جسم پر ابھی علامات بلوغ بھی ظاہر نہیں ہوئی تھیں''۔(۱)

عبادت سے فراغت کے بعد وشوامترمنی نے رام اور لکشمن کو لے کر جنک راجا کے یہاں قربانی میں شریک ہونے کے لیے گئے، اور راجا سے کہا کہ دشرتھ مہاراجا کے یہ دو بیٹے آپ کی مشہور کمان دیکھنے کے مشتاق ہیں، راجا نے کہا کہ اگر رام ہماری کمان کو زہ کردیں گے تو میں اپنی بیٹی سیتا کا بیاہ ان سے کردوں گا، رام نے بلا تکلف کھلونے کی طرح اسے اٹھایا اور ڈوری چڑھائی ،کمان کے دو ٹکڑے ہو گئے، یہ دیکھتے ہی راجہ جنک نے رام کو منتخب کیا اور سیتا کو ان کے ساتھ بیاہ دینا چاہا، مگر رام نے کہا کہ بغیر والد بزرگوار کی اجازت کے میں خود کیسے قبول کرسکتا ہوں، اسی وقت خاص قاصد ایودھیا بھیجے گئے، اور راجا دشرتھ آئے، اور ان کے چاروں بیٹوں رام، لکشمن، بھرت اورشترو گھنہ کا بیاہ جنک راجا کے خاندان میں ہو گیا۔

۲۔ برات رخصت ہوئی راستہ میں براہمنوں کے ''رستم'' پرشورام نے رام کو آ گھیرا، اور لڑنا چاہا، مہاراجہ دشرتھ بہت ڈرے اور پرشورام سے پناہ مانگی اور کہا: میرے بیٹوں کو جو ابھی بچے ہیں پناہ دیجیے اور ان سے نہ لڑیئے۔(۲)

مگر پرشورام نے مہاراجا دشرتھ کی درخواست کا لحاظ نہ کیا اور رام سے دو چار ہوا، اس وقت ان پر اندھیرا چھا گیا اور کوئی ان کو نہ دیکھ سکا۔

۳۔ جب بیاہ کو بارہ برس گزر گئے اور رام جوانی کی عمر کو پہونچے تو راجا دشرتھ نے ان کو ولی عہد بنانے کا ارادہ کیا، تاج پوشی کے دربار کی تیاریاں ہو گئیں، مگر رانی کیکئی سے جو وعدہ تھا اس کی رو سے بھرت کو گدی ملی، اور رام کو جنگل میں جا بسنے کا حکم ملا، جلاوطنی کے وقت رام اور سیتا رانی کی عمر خود رانی سیتا کے اس قول سے معلوم ہوتی ہے:

۱۔ رامائن، ارنیہ کانڈم، سرگ ۲۸۳، شلوک ۱۴، ص ۴۰۲

۲۔ رامائن، بالکانڈم، سرگ ۷۵، شلوک ۶

''جب ہمارے بیاہ کو بارہ برس کے ہو گئے اس وقت میرے دولہا کی عمر پچیس سال تھی، اور میری عمر اٹھارہ سال''۔(۱)

۴۔ رامائن، سندر کانڈم، سرگ ۳۳ میں سیتا رانی ہنومان سے کہتی ہیں:

''بیاہ کے بعد اکشواکو کے گھرانے میں بارہ برس میں نے عیش و عشرت سے بسر کیا، تیرہویں برس راجا دشرتھ نے رام کو گدی پر بٹھانے کی تجویز کی، مہاراجہ رام کی والدہ رانی کوشلیا کے بیان کے موافق جلاوطنی کے وقت رام کی عمر سترہ سال کی تھی، کوشلیا مہارانی رام سے کہتی ہیں: ''تیری پیدائش سے آج تک سترہ برس میں نے اس خوش حالی اور بہبودی کی امید میں گزاری''۔(۲)

نوٹ: رانی کوشلیا کے مذکورہ بیان سے بیاہ کے وقت رام کی عمر ۵ ہی برس کی قرار پاتی ہے۔

۵۔ سیتا رانی جب لنکا میں راجا راون کے قید میں تھیں اور راون نے ایک جادوگر سے رام جی کا کٹا ہوا سر بنایا اور سیتا کو دکھایا، سیتا جی نے رونا پیٹنا شروع کر دیا، اور محبت سے جوش میں کہا کہ اے مہاراجہ! میری طرف دیکھیے اور مجھ سے باتیں کیجیے، جب آپ بچے تھے اور میں بھی بچی تھی، اس وقت سے میں آپ کی رفیق بیوی ہوں۔(۳)

۶۔ ماریچہ رشی نے بیاہ سے چند روز پیشتر کا حال رام کا بیان کرتے ہوئے کہا: ''رام کی عمر تو ابھی بارہ برس سے کم ہے، انہوں نے ابھی لڑائی کا فن نہیں سیکھا''۔(۴)

پھر آگے چل کر یوں تعریف کی:

''کم عمر اور سادہ لب رام کے بدن پر ابھی علامات بلوغ بھی پیدا نہیں ہوئی تھیں۔(۵)

مذکورہ بالا شہادتوں سے ثابت ہے کہ بیاہ کے وقت مہاراجہ رام کی عمر بارہ برس سے زیادہ نہ تھی اور سیتا رانی کی چھ برس۔

۱۔ رامائن، ارنیہ کانڈم، سرگ ۴۷، شلوک ۴، ۱۰، ۱۱

۲۔ رامائن، ایودھیا کانڈم، سرگ ۲۰، شلوک ۴۵، ص ۱۷۰

۳۔ سرگ ۳۲، شلوک ۲۰، یودھ کانڈم

۴۔ آرنیہ کانڈم، سرگ ۳۸، شلوک ۶

۵۔ شلوک ۱۴، ایضاً

۷۔''اتر رام چرتیم'' انک پہلا میں بیاہ کے وقت سیتا کے بارے میں رام مہاراج بیان کرتے ہیں:

''دودھ کے دانت گرنے سے دانت چھیدے تھے، اور نئے دانت نکلتے دکھتے تھے''۔

۸۔سکند پران برہما، کھنڈ ۳، دھرم ۲، ادھیایے ۳۰، ص ۱۴۵ میں ویاس مہراج کہتے ہیں:

''رام نے پندرہ برس کی عمر میں چھ برس کی لڑکی سیتا سے بیاہ کیا''۔(۱)

بالمیکی مصنف رامائن سے بھی زیادہ مشہور ومعروف بزرگ ویاس مہراج ہیں، انہوں نے بھی بیاہ کے وقت سیتا کی عمر چھ برس کی بتائی ہے۔(۲)

ایک اور شہادت

کتاب ''عظیم محمد'' میں ''شری مدوالمیکی رامائن، سرگ: ۴۷، صفحہ نمبر ۹۴۴، مطبوعہ گیتا پریس گورکھپور کے حوالے سے ہے:

سیتا جی اپنا تعارف راون سے کراتے ہوئے کہتی ہیں:

''اے برہمن! آپ کا بھلا ہو، میں متھلا کے راجا مہاتما جنک کی بیٹی اور اودھ کے راجا شری رام چندر کی پیاری ملکہ ہوں، میرا نام سیتا ہے، شادی کے بعد بارہ برس تک ایشواکونشی کے مہاراج دشرتھ کے محل میں رہ کر میں نے اپنے شوہر کے ساتھ سبھی انسانی خواہشات پوری کیے ہیں۔ مجھے ہمیشہ عیش وآرام میسر رہے، جن کو کسی انسان کو خواہش ہوسکتی ہے، تیرہویں سال کے شروعات میں طاقتور مہاراج دشرت نے اپنے وزیروں سے مشورہ کیا، اور شری رام چندر کو ولی عہد کے درجے پر فائز کرنے کا فیصلہ کیا، اس وقت تک میری عمر سالوں کی گنتی کے لحاظ سے اٹھارہ برس کی ہوگئی تھی''۔(۳)

۱۔شلوک ۹/۸

۲۔آریوں کا برتاؤ: ص ۱۳/ ۱۴/ ۱۵ مطبع جامیہ ملیہ اسلامیہ پریس دہلی۔ملخصا

۳۔عظیم محمد ص ۲۱۵۔۲۱۶

مذکورہ بالا عبارت کو غور سے دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ سیتا جی کی عمر شادی کے وقت صرف چھ سال کی تھی، اور اسی عمر میں ان کی رخصتی بھی ہوگئی تھی، چنانچہ وہ شادی کے بعد بارہ سال تک راجہ دشرتھ جی کے محل میں رہیں، اور پھر شادی کے تیرہویں سال شری رام جی کی ولی عہدی اور اسی سال ان کے ''ون واس'' کا واقعہ بھی ہوا، اس طرح بارہ کو چھ میں جوڑنے سے اٹھارہ سال کی عمر بنتی ہے، اسی لیے سیتا جی نے کہا کہ میری پیدائش سے لے کر جنگل کی طرف کوچ کرنے کے وقت تک میری عمر سالوں کی گنتی کے لحاظ سے اٹھارہ برس کی ہوگئی تھی۔

تاریخ گواہ ہے کہ آج تک ہندوستان یا بیرون ہند کے کسی مسلمان نے شری رام جی کی سیتا جی سے چھ سال کی عمر میں نکاح کو لے کر توہین یا گستاخی نہیں کی ہے، کم از کم میرے علم میں تو نہیں ہے، اور کرنا بھی نہیں چاہیئے کہ ہمارا قرآن کسی بھی دھرم کے معبودوں کی توہین سے منع کرتا ہے، تو پھر ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر چھ سال کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مختلف اغراض ومقاصد کے تحت اللہ تعالیٰ کے حکم پر نکاح کرلیا، جب کہ رخصتی بالغ ہونے کے بعد نو سال کی عمر میں ہوئی، تو یہ کون سی اعتراض والی بات ہے، اور اس کو لے کر آپ کی ذات پر کیچڑ اچھالنا کہاں کا انصاف ہے؟۔

اس سے پہلے ہم نے دو قدیم مذاہب کے حوالے سے ثابت کیا کہ پہلے کے مذاہب میں بھی کم عمری میں نکاح کا رواج تھا، پھر آخر اس بات کو لے کر مذہب اسلام ہی پر کیوں الزام عائد کیا جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق بات سمجھنے کی توفیق بخشے۔

راج کمار ''ابھی منیو'' کی کم عمری میں شادی:

کتاب مہابھارت میں ارجن کے بیٹے ابھی منیو کے بارے میں ہے کہ یہ بہادر نوجوان سولہ برس کی عمر میں مارا گیا، اس وقت اس کی رانی حاملہ تھی، جس کا بچہ پریکشت راجہ ہوکر گزرا، اس رانی کی عمر کا کوئی تذکرہ ہمیں نہیں ملا مگر رواج کے لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ اس کی عمر گیارہ برس سے زیادہ نہیں ہوگی۔(۱)

۱۔آریوں کا برتاو، ص ۱۵۔۱۶

ہندو دھرم میں کم سنی میں نکاح کے چند اور احکام وامثال:

شری کرشن کے بزرگوں میں ایک راجا بنام ''جیامگھ'' گزرے ہیں، جن کی اولا دنرینہ نہ تھی، انہوں نے کسی مخالف پر چڑھائی کی، وہاں ایک لڑکی ان کے ہاتھ آئی، اس کو رانی کے سپرد کیا اور کہا کہ لو یہ تمہاری بہو ہے، رانی نے متحیر ہو کر پوچھا کہ کس کی بہو؟ راجا نے جواب دیا کہ جو بیٹا تمہارے پیدا ہوگا یہ اس کی بیوی ہے، اس لڑکی نے بہت عبادت وریاضت کی، جس کی برکت سے رانی کو لڑکا پیدا ہوا، جب وقت آیا تو اس لڑکی کے ساتھ اس کا بیاہ ہوا، اور اس سے نسل چلی۔(۱)

نوٹ: دیکھیے لڑکے کی پیدائش سے پہلے ہی باپ نے اس کی منگنی کر دی، نہ لڑکی سے پوچھا نہ لڑکے سے۔

۲۔ دش کمار چرتیم کے مشہور مصنف ''دندی کوی'' کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ پیدائش سے پہلے بھی لڑکی کی منگنی کر دیا کرتے تھے، چنانچہ کتاب مذکور کے دوسرے حصے میں ایک لڑکی کہتی ہے کہ پیدا ہوتے ہی باپ نے میری منگنی کر دی۔(۲)

۳۔ ہرش چرتیم، اچھواس ۴ میں ہرش راجا کی لڑکی کے تعلق سے یہ واقعہ مذکور ہے کہ جب ہرش راجا کی لڑکی بڑی ہوئی تو انہیں دنوں اتفاقاً کسی راہ گیر نے راجا کے محل کے نیچے ایک شلوک پڑھا، جس کا مضمون یہ تھا:

''جیسے برسات میں بڑھتی ہوئی ندی اپنے کناروں کو ڈھاتے ہوئے چلی جاتی ہے ایسے ہی لڑکی کی بڑھتی ہوئی عمر ماں باپ کی عزت کو خاک میں ملاتی رہتی ہے'' راجا نے رانی سے اس بات کا ذکر کیا، رانی نے جواب دیا کہ لڑکی کا بیاہ کر دینا باپ کے اختیار میں ہے، آپ اس کا بیاہ کر دیجیے''۔

۴۔ برہما پران، شلوک ۱۴، ادھیاے ۹۵ میں ہے کہ اس سے پہلے کہ لڑکی شرم کے معنی سمجھنے کے قابل ہو، مٹی میں کھیلنے کودنے کی عمر میں ہو اس کا بیاہ کر دینا چاہیے ورنہ باپ گمراہ سمجھا جائے گا۔

۵۔ عمر کی بابت منو کا قانون یہ ہے کہ ۳۰/برس کا مرد بارہ سالہ لڑکی سے اور ۲۴/سالہ آٹھ

۱۔ ہری ونش پران، ادھیاے ۳۶، ص ۵۸

۲۔ ص ۹۷، اچھواس دوئم

سالہ سے بیاہ کرے۔([1])

۶۔اس بارے میں بھیشمہ بزرگ کا قول یہ ہے کہ ۳۰/سالہ مرد ۱۰/برس کی لڑکی سے جسے حیض نہ آیا ہو بیاہ کرے،اور ۲۱ سالہ سات برس کی سے۔([2])

نوسال کی عمر میں لڑکی بالغ ہوجاتی ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے تعلق سے یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ رخصتی کے وقت آپ نو سال کی تھیں،نوسال کی عمر میں لڑکی بالغ ہوجاتی ہے اوراس عمر میں اہل عرب کے یہاں نکاح کا رواج تھا،اس تعلق سے مزید چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

1۔ہشام بن عروہ نے نوسال کی فاطمہ بنت منذر سے نکاح کیا۔([3])۔

2۔عبداللہ بن صالح کہتے ہیں کہ ان کے پڑوس میں ایک عورت نوسال کی عمر میں حاملہ ہوئی، اوراسی روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے ان سے بتایا کہ اس کی بیٹی دس سال کی عمر میں حاملہ ہوگئی تھی۔(یعنی نکاح نو برس کی عمر میں ہوا)([4])

3۔سنن دارقطنی میں ہے: عبادہ بن عباد فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اٹھارہ سال کی عمر میں نانی بن گئی،نوسال کی عمر میں اس نے بیٹی پیدا کیا اوراس کی بیٹی نے بھی نو سال کی عمر میں بچہ پیدا کیا۔([5])

4۔سنن کبری میں ہے:

میں نے صنعاء میں 21 سالہ عورت کو نانی بنتے دیکھا ہے،(اس کی صورت یہ ہے کہ) ایک

---

[1]۔شلوک ۹۴،ادھیایے ۹،ص ۹۴

[2]۔شلوک ۱۴،انو پروہ، ادھیایے ۴۴

[3]۔**الضعفاء للعقیلی**،رقم الحدیث:۱۵۸۳،تاریخ بغداد،ج ۱،ص ۲۲۲

[4]۔**الکامل لابن عدی**،رقم:۱۰۱۵

[5]۔**سنن دار قطنی**،کتاب النکاح،حدیث:۳۴۳۶

عورت کو 9 کی عمر میں حیض آیا، 10 سال کی عمر میں بالغ ہوئی اور بچی پیدا کی، پھر پیدا شدہ بچی بھی نو سال کی عمر میں بالغ ہوگئی اور دسویں سال کی عمر میں بچی کو پیدا کیا۔(۱)

5۔خود ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

اذا بلغت الجارية تسع سنين فهى امراة" (۲)

ترجمہ: جب لڑکی نو سال کی ہوجائے تو وہ عورت (بالغہ) ہوجاتی ہے۔

7۔امام شافعی کا یہ بیان ملاحظہ ہو:

واعجل من سمعت من النساء يحضن بتهامة، يحضن و هن بنات تسع" (۳)

ترجمہ: میرے سننے کے مطابق سب سے جلدی تہامہ کی لڑکیاں بالغ ہوتی ہیں، وہ نو سال کی عمر میں بالغ ہوجاتی ہیں۔

8۔دنیا کے حالات پر نظر ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ یہ صرف زمانہ قدیم کی بات نہیں ہے، آج بھی افریقہ، یمن، حجاز، نجد اور سوڈان جیسے گرم ممالک میں لڑکیاں نو سال کی عمر میں ہی بالغ ہوجاتی ہیں، بلکہ بسا اوقات بچے والی بھی ہوجاتی ہیں۔

مذکورہ حقائق یہ بات ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ دنیا کے گرم علاقوں میں بالخصوص حجاز میں لڑکیاں نو سال کی عمر میں بالغ ہوجاتی ہیں، پھر اگر نو سال کی عمر میں سیدہ عائشہ کی رخصتی ہورہی ہے تو یہ الزام کہاں تک صحیح ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کم سن بچی کے ساتھ جنسی زیادتی فرمائی، (معاذ اللہ)۔

میڈیکل سائنس کے تناظر میں:

میڈیکل سائنس کے اعتبار سے لڑکے یا لڑکی کی بلوغت کی کوئی خاص عمر متعین نہیں،

۱۔سنن کبریٰ، ج۱ص۳۱۹

۲۔ترمذی، باب ماجاء فی اکراہ الیتیمة علی التزویج، کتاب النکاح، ج۱ص۲۱۳، مجلس برکات مبارک پور

۳۔شرح السنة للبغوی ج ۹ ص ۳۳۸

ملک و ماحول کے اعتبار سے یہ عمر کم یا زیادہ ہوسکتی ہے، عموماً ۸ ر سال کی عمر کے بعد بچی کبھی بھی بالغ ہوسکتی ہے، مختلف حقائق وشواہد اس پر شاہد ہیں، چنانچہ ''عظیم محمد'' میں معروف گائنکولوجسٹ ڈاکٹر سید محمد عباس رضوی کی کتاب۔ ''نسائیات'' کے حوالے سے ہے:

شباب (Puberty) یہ عورت کی زندگی کا وہ زمانہ ہے جب کہ وہ بچپن سے بلوغت میں داخل ہوتی ہے، یہ زندگی کا انتہائی اہم زمانہ ہے، جب کہ بہت سی جسمانی اور ذہنی تبدیلیاں وجود میں آتی ہیں۔

پہلا طمث جسے (Menarche) حیض کہا جاتا ہے اسی دور میں ہوتا ہے، جب ۸ سال سے کم عمر کی بچی میں ثانوی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں، اور طمث یعنی حیض (menstruation) شروع ہوجاتا ہے، اسے (precocious puberty) کہا جاتا ہے۔

بعض بچیوں میں اس سے کم عمر میں طمث یعنی حیض دیکھا گیا ہے، طمث یعنی حیض شروع ہونے سے جنسی بلوغت کا پتہ چلتا ہے، ان بچیوں میں جنسی تبدیلیاں بھی موجود ہوتی ہیں''۔(۱)

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی اپنی کتاب ''اسلام اور ہندو دھرم میں ناری کا استھان'' میں لکھتے ہیں:

''میڈیکل سائنس کی نظر میں (اس لیے نہیں کہ) ساری دنیا میں لڑکیوں کے حیض کا خون جاری ہونے یا بالغ ہونے کی عمر ایک نہیں ہوتی، بلکہ گرم دیش اور گرم علاقوں میں لڑکیوں کو حیض کا خون جلدی آتا ہے، جب کہ ٹھنڈے ملکوں میں یہ دیر میں ہوتا ہے، علاوہ ازیں اچھا کھانا پینا اور رہن سہن کا بھی اس پر اثر پڑتا ہے، مثلاً کمزور صحت اور خراب کھانے پینے والی لڑکی اگر ر ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶ سال میں بالغ ہوتی ہے، تو اچھی صحت اور اچھے کھان پان والی لڑکی ۱۰، ۱۱، ۱۲ سال کی عمر میں بالغ ہوسکتی ہے، اسی طرح سے ٹھنڈے علاقوں اور ملکوں میں لڑکی اگر تیرہ، چودہ، پندرہ سال کی عمر میں جوان ہوتی ہے تو عرب، افغانستان، امریکہ، افریقہ، راجستھان اور ایم پی جیسے گرم صوبوں اور ملکوں میں 9 سال سے لے کر 12 سال میں لڑکی بالغ ہوسکتی ہے''(۲)

۱۔ص ۱۳۱، بحوالہ عظیم محمد ص ۲۰۸۔۲۰۹

۲۔ص 53

ان حقائق کو بھی دیکھیں:

● سنگاپور کی نیوز ویبسائٹ ''ایشیاون'' کے مطابق چین میں 7 سالہ بچی میں بلوغت کی علامات سامنے آنے کے بعد ان کے والد اور ڈاکٹر حیران رہ گئے۔

●2016ء میں برطانیہ میں ایک 4 سالہ بچی کی بلوغت کی خبر عام ہوئی تھی۔

● روزنامہ ''ڈان'' مارچ 1966ء کے مطابق ایک 8 سال کی بچی حاملہ ہوئی اور 9 سال کی عمر میں بچہ جنا۔

● روزنامہ جنگ کراچی 16 اپریل 1986ء کے مطابق ملتان میں ایک آٹھ سالہ بچی حاملہ ہوگئی۔

● اسی روزنامہ میں 9 دسمبر 1997ء کو ایک خبر چھپی جس کے مطابق آٹھ سالہ پاکستانی لڑکی نے ایک بچے کو جنم دیا۔

● علاوہ ازیں کتاب ''عظیم محمد'' میں ''کم عمر کی مائیں'' کے عنوان سے ایک لسٹ پیش کی گئی ہے جس میں ان بچیوں کا ذکر ہے جو کم عمری ہی میں ماں بن گئیں، چناں چہ کتاب مذکور کے ص ۲۱۲۔ ۲۱۳ پر ہے:

● گنیز ورلڈ ریکارڈ کے مطابق پیرو کی رہنے والی سینا مرسیلا مڈینا نے 14 مئی 1939ء میں ایک بچے کو جنم دیا تھا اس وقت اس کی عمر 5 سال 7 مہینے اور 21 دن تھی۔

● گنیز ورلڈ ریکارڈ کے مطابق روس کے باشندے فیوڈر ویسیلیو کی بیوی نے 1725ء کے درمیان 27 بار زچگی میں انہوں نے 69 بچوں کو جنم دیا۔

● ایک ریکارڈ کے مطابق 13 ستمبر 1936ء گری سلڈ ینا اکونا کولمبیا کی رہنے والی لڑکی 8 سال 2 مہینے میں ماں بن گئی۔

● میکسیکو کی رہنے والی زلما گوڈالوپ مورلیس 12 جنوری 1993ء میں آٹھ سال کی عمر میں ماں بن گئی۔

● نائجیریا کی رہنے والی مم زی دسمبر 1884ء میں آٹھ سال 4 مہینے کی عمر میں ماں بن گئی۔

●8 اکتوبر 1967ء میں ارجنٹینیا کی رہنے والی ماریہ الیلیا الینڈ 9 سال کی عمر میں ماں بن گئی۔

● یونائٹڈ اسٹیٹ کی رہنے والی اسٹالے پی، 16 مارچ 1908ء کو 9 سال کی عمر میں ماں بن گئی۔

● ساؤتھ افریقہ کی رہنے والی وینیسیا زوگس 10 جولائی 1980ء میں 9 سال کی عمر میں ماں بن گئی۔

● برازیل کی رہنے والی ماریہ سیکنڈ جوسس میکیرنس 25 مارچ 1986ء کو 9 سال 5 مہینے میں ماں بن گئی۔

معلوم ہوا کہ سات سال کی عمر کے بعد بچی کبھی بھی بالغ ہوسکتی ہے، بلکہ چار سالہ بچی میں بھی بلوغت کا امکان ہے، اگرچہ ایسا ہونا شاذ ونادر ہے، خاص طور سے عرب جیسے گرم ملک میں، لہذا سیدہ عائشہ سے نکاح پر ان کی کم عمری کو لے کر اعتراض کرنا حالات زمانہ سے چشم پوشی اور حقائق کا سراسر انکار کرنا ہے۔

انصاف پسند کے لیے اتنے دلائل وشواہد قبولیت حق کے لیے کافی ہیں، جب کہ ہٹ دھرم کے لیے سیکڑوں دلائل ناکافی ہیں۔

☆☆☆

سیدہ سے کم عمری میں نکاح حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے خصائص میں سے ہے

ایک قول کے مطابق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح آپ کی خصوصیات میں سے ہے، لہٰذا اس بات کو لے کر اعتراض مناسب نہیں، کیوں کہ ہر دھرم یہ مانتا ہے کہ اس کے مذہبی رہنماؤں کے لیے ایسی باتیں ثابت ہوتی ہیں جو ان کی خصوصیات میں شمار کی جاتی ہیں، ان کو لے کر ان مہان شخصیات پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا ہے، مثلاً:

شری رام جی کے باپ راجہ دشرتھ کی تین بیویاں، کوشلیا، سمترا اور کیکئی کے علاوہ 353، رانیاں بھی تھیں۔ ہنومان جی کے پاس ۱۶ بیویاں تھیں۔ شری کرشن جی نے ایک ہی نیک گھڑی میں ۱۶ ہزار لڑکیوں کے ساتھ ایک ساتھ شادی کی۔(۱)

ہندو دھرم کی ان مہان ہستیوں پر کوئی بھی شخص اعتراض کا حق نہیں رکھتا ہے کہ ان لوگوں نے اتنی شادیاں کیسے کر لیں حالاں کہ ایک عام ہندو ایک سے زیادہ نکاح نہیں کر سکتا ہے، اس لیے کہ ایک سے زیادہ نکاح ان مہان ہستیوں کی خصوصیات میں سے ہے، اس لیے اس بات کو لے کر ان پر اعتراض نہیں کر سکتے ہیں۔

مذکورہ کتاب میں ہے:

''اگر برہمن کو چاروں نسلوں (برہمن، چھتری، ویش اور شودر) کی عورتیں ہوں اور چاروں کے بیٹے ہوں تو ان کے درمیان تقسیم کی صورت اس طرح ہے''۔(۲)

ظاہر ہے اسے بھی ہندو دھرم میں ''برہمن ذات'' کی مہانتا کے پیش نظر ان کی خصوصیت ہی کہا جائے گا، ورنہ عام طور سے آج ہندو دھرم میں ایک ہی بیوی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

یوں ہی عیسائی دھرم میں حضرت عیسیٰ کے لیے کچھ ایسی خصوصیات ثابت ہیں جو اوروں کے لیے نہیں ہیں، مثلاً بغیر باپ کے پیدا ہونا، گہوارے میں گفتگو کرنا، ساری زندگی نکاح نہ کرنا وغیرہ،

۱۔ اسلام اور ہندو دھرم کا تقابلی مطالعہ، ج ۲ ص ۵۹۰

۲۔ منواسمرتی، ادھیایے 97، اشلوک 149

اب کوئی شخص حضرت عیسیٰ پر اس وجہ سے اعتراض نہیں کرسکتا کہ آپ بغیر باپ کے کیسے پیدا ہوئے؟ یہ تو فطرت کے خلاف ہے، یا آپ کی پاک دامن ماں حضرت مریم پر زبان طعن دراز نہیں کرسکتا، کیوں کہ بغیر شوہر کے محض فرشتہ کے پھونک مارنے سے حاملہ ہونا یہ آپ کی خصوصیت ہے، لہذا اس بات پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا ہے۔

بالکل اسی طرح سے سیدہ عائشہ سے کم عمری میں نکاح حضور ﷺ کے خصائص میں ہے، چنانچہ ابن حزم نے ابن شبرمہ سے روایت کیا کہ ان کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ عائشہ سے چھ سال کی عمر میں نکاح آپ کے خصائص میں سے تھا۔

فتح الباری میں ہے:

”وزعم ان تزويج النبى صلى الله عليه وسلم وهى بنت ست سنين كان من خصائصه“(۱)

اگر اس نکاح کو حضور کے خصائص میں سے تسلیم کرلیا جائے تو پھر کوئی اعتراض ہی نہیں رہ جاتا ہے، جس طرح سے ماسبق کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہر دھرم کے رہنما کے لیے کچھ ایسی باتیں ثابت ہوتی ہیں جو ان کے خصائص میں شمار ہوتی ہیں، اور جن کو لے کر ان پر کیچڑ اچھالنا درست نہیں ہوتا ہے، اسی طرح سے نکاح مذکور بھی حضور کے خصائص میں تھا (کما قیل) اس لیے اس نکاح کو لے کر اگر کوئی سوال اٹھاتا ہے، یا اس کو وجہ طعن بناتا ہے تو اس کی عقل پر ماتم کرنا چاہیے۔

واضح رہے کہ راقم الحروف کے نزدیک یہ نکاح آپ کے خصائص میں سے نہیں تھا بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے کم عمر کی بچی سے کوئی بھی نکاح کرسکتا ہے، جیسا کہ تفصیل سے ثابت ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

۱۔ فتح الباری، امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی، ج۹ ص۱۹۰، دار المعرفۃ بیروت

نبی کریم علیہ السلام کی پاک دامنی عرب میں معروف تھی

جس وقت محسن انسانیت نے دعوت الی الحق کا کام شروع کیا، اس وقت اہل عرب نے آپ کی زبردست مخالفت کی، کفار قریش اس میں پیش پیش تھے، ہر جگہ، ہر محفل، حتی کہ اپنے گھروں میں بھی اپنے اہل وعیال کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض وعداوت کا اظہار کرتے، آپ پر نہ جانے کیا کیا الزامات لگاتے، جہاں بھی موقع ملتا آپ کی تذلیل وتوہین میں پیچھے نہیں رہتے، اس وقت اہل عرب نے آپ کے خلاف بہت سارے پروپیگنڈے کیے مگر تاریخ وسیرت کی کتابیں اس پر گواہ ہیں کہ دشمنان رسول نے کبھی بھی آپ کی پاک دامنی پر انگلی نہیں اٹھائی بلکہ اس کے بر عکس بعثت سے پہلے بھی اور بعثت کے بعد بھی ہمیشہ آپ کی صداقت وامانت داری کے ساتھ پاک دامنی کے بھی قائل رہے، آپ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیں، جو آپ نے بحالت ایمان نجاشی شاہ حبشہ کے دربار میں پیش فرمایا تھا:

”أيها الملك، كنا قوماً أهل جاهلية، نعبد الأصنام، ونأكل الميتة، ونأتي الفواحش، ونقطع الأرحام، ونسيء الجوار، ويأكل القوي منا الضعيف، فكنا على ذلك، حتى بعث الله إلينا رسولاً منا نعرف نسبه وصدقه، وأمانته وعفافه، فدعانا إلى الله لنوحده ونعبده، ونخلع ما كنا نحن نعبد وآباؤنا من دونه من الحجارة والأوثان، وأمرنا بصدق الحديث، وأداء الأمانة، وصلة الرحم، وحسن الجوار، والكف عن المحارم والدماء، ونهانا عن الفواحش وقول الزور، وأكل مال اليتيم، وقذف المحصنات، وأمرنا أن نعبد الله وحده لا نشرك به شيئاً، وأمرنا بالصلاة والزكاة والصيام“۔(۱)

ترجمہ: اے بادشاہ! ہم جاہل لوگ تھے، بتوں کی پرستش کرتے، مردار کھاتے، برے کام کرتے، قطع رحمی کرتے اور پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، ہم میں طاقت ور کمزور کو کھا جاتا، ہم اسی حال پر تھے کہ اللہ تعالی نے ہمیں میں سے ہمارے پاس ایک رسول بھیجا، جس کے نسب، سچائی، امانت داری، اور پاک دامنی سے ہم آشنا تھے، اس نے ہمیں اللہ تعالی کی توحید

۱۔ **السيرة النبوية لابن هشام**، تحقیق مصطفی السقا ج۱، ۳۳۶ مطبع مصطفی البابی مصر

وعبادت کی دعوت دی اوران بتوں اور پتھروں کی عبادت ترک کرنے کاحکم دیا جن کوہمارے باپ دادا پوجتے تھے،ہمیں سچائی،امانت داری،صلہ رحمی،پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اورمحارم وخوں ریزی سے اجتناب کاحکم دیا،ہمیں بری باتوں،جھوٹ،یتیم کامال کھانے اور پاک دامن عورتوں پرتہمت بازی سے منع فرمایا،ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں،اس کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہرائیں،اورہمیں نماز،زکوۃ اورروزے کاحکم دیا۔

مذکورہ واقعے سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکدامنی عرب سماج میں معروف تھی،اہل عرب اس کے قائل تھے،بالفرض اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کوئی عیب والی بات ہوتی یااس سے آپ کی پاک دامنی پرحرف آتا تو آپ کے دشمن اس چیز کوضروراچھالتے اور آپ کے دامن عفت کوداغ دارکرنے کی کوشش کرتے،مگر سیرت وتاریخ کی کتابوں میں کہیں بھی اس واقعے کولےکرآپ کی شخصیت کومجروح کرنے کی کوشش نہیں کی گئی،کوئی بھی اس تعلق سے ایک حوالہ نہیں پیش کرسکتاہے،معلوم ہوا کہ اس طرح کی شادی اہل عرب میں عام تھی،لہٰذا عصر حاضر میں اس نکاح کولےکراعتراض کرنا اورواویلا مچاناسراسرغلط ہے،بہت ساری باتیں ایک معاشرہ میں بلاکراہت رائج ہوتی ہیں جب کہ وہی باتیں دوسرے سماج میں نادرست ہوتی ہیں،ہمیں اس سماج کودیکھنا چاہئے جس میں نبی کریم علیہ السلام نے اپنی زندگی گزاری اورسیدہ عائشہ سے نکاح فرمایا، پھرنہ کوئی اعتراض ہوگا نہ اشکال۔

***

نکاح اور رخصتی کے وقت سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی عمر

اس تعلق سے متعدد اقوال ہیں:

۱۔نکاح کے وقت چھ سال، رخصتی کے وقت نو سال۔

۲۔نکاح کے وقت سات سال، رخصتی کے وقت نو سال۔

۳۔نکاح کے وقت نو سال۔

۴-نکاح کے وقت سترہ یا انیس سال، رخصتی کے وقت بیس یا بائیس سال۔

ان تمام اقوال میں پہلا قول زیادہ راجح، مستند اور مقبول ہے، اس کے بعد کے دو میں سے پہلے قول کی تاویل یہ ہے کہ نکاح چھٹے سال کے اختتام اور ساتویں سال کے آغاز میں ہوا تھا، اس لیے راوی نے سات سال کی روایت کردی یا راوی کو بیان میں شک ہوا، اسی لیے لفظ "او" سے روایت کرتے ہوئے چھ یا سات سال کی روایت کی، صحیح چھ ہی ہے۔

آخری قول کچھ ایسی دلیلوں سے ثابت ہے جو صحیح روایات کے مقابلے میں نا قابل قبول ہیں، اکثر کا تعلق تاریخ سے ہے اس لیے صحیح احادیث کی بنسبت ان کو ترجیح دینی عقل و نقل کے خلاف ہے۔

ذیل میں ہر قول سے متعلق دلائل پیش ہیں:

قول اول (نکاح چھ سال، رخصتی نو سال کی عمر میں)

حضرت عروہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے نقل کرتے ہیں:

أن النبیﷺ تزوجھا وھی بنت ست سنین وادخلت إلیه وھی بنت تسع سنین،ومکثت عندھاتسعا۔ (۱)

ترجمہ: رسول اللہ علیہ السلام نے ان سے سات سال کی عمر میں نکاح فرمایا اور نو سال کی عمر میں اُنھیں آں حضرت کے پاس بھیجا گیا، اور آپ نو سال حضور کی زوجیت میں رہیں۔

۱۔صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب انکاح الرجل ولدہ الصغار، ج ۲ ص ۷۷۱ مجلس برکات مبارک پور

اختلاف الفاظ کے ساتھ یہی روایت مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی دیکھ سکتے ہیں:

مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۱۴۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ، الآحاد والمثانی للشیبانی، حدیث نمبر: ۳۰۱۹، معرفۃ الصحابۃ لأبی نعیم: ۶/۳۲۰۸، سنن النسائی، حدیث نمبر: ۵۵۴۴، عمدۃ القاری، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشۃ: ۱۱/۶۱۳، فتح الباری، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشۃ: ۹/۹۷، شرح صحیح البخاری لشمس الدین السفیر: ۷/۱۷، الاستیعاب لابن عبدالبر، عائشۃ بنت ابی بکر الصدیق: ۲/۱۰۸، الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ۸/۱۷، الثقات لابن حبان: ۳/۳۲۳، رجال مسلم لأحمد بن علی الأصبھانی، ذکر النسوۃ من أزواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۲/۴۱۳، شذرات الذھب: ۱/۵۵، تاریخ بغداد للخطیب: ۱۱/۲۷۵، سمط النجوم العوالی للعصامی، امھات المؤمنین وسراریہ: ۱/۱۹۰، طبقات ابن سعد: ۸/۶۰)

قول ثانی (نکاح سات سال اور رخصتی نو سال کی عمر میں)

حضرت ہشام اپنے والد عروہ کے حوالہ سے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت نقل کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں:

تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأنا بنۃ سبع سنین۔ (۱)

ترجمہ "رسول اللہ علیہ السلام نے مجھ سے نکاح کیا اس حال میں کہ میں سات سال کی تھی۔

قول ثالث (نکاح نو سال کی عمر میں)

حضرت اسود فرماتے ہیں:

تزوجھا وھی بنت تسع ومات عنھا وھی بنت ثمان عشرۃ۔ (۲)

ترجمہ: رسول اللہ علیہ السلام نے ان سے نکاح کیا جب کہ وہ نو سال کی تھیں اور آپ کا وصال اس وقت ہوا جب کہ وہ اٹھارہ سال کی تھیں۔

۱۔ **المستدرک للحاکم**، ذکر الصحابیات من ازواج النبی، ج ۴ ص ۱۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت

۲۔ **الآحاد والمثانی**، لابن ابی عاصم، م: ۲۸۷، دار الرایۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، السعودیۃ الریاض، حدیث: ۳۰۱۹

قول رابع (نکاح سترہ یا انیس سال کی عمر میں)

۱-اسلمت اسماء قديما وهم بمكة فى اول الاسلام... وهى آخر المهاجرين والمهاجرات موتا، وكانت هى اكبر من اختها عائشة بعشر سنين.. بلغت من العمر مائة سنة ۔

ترجمہ: حضرت اسما مکہ میں ابتداے اسلام میں مسلمان ہوئیں ۔۔۔مہاجرین مردوں اور عورتوں میں سب سے آخر میں فوت ہوئیں، اپنی بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی تھیں ۔(۱)

واضح رہے کہ ہجرت کے وقت حضرت اسما کی عمر ستائیس ۲۷ سال تھی، سیدہ عائشہ آپ سے دس سال چھوٹی تھیں تو بوقت ہجرت آپ کی عمر سترہ سال بنتی ہے، اور ہجرت کے دو سال بعد رخصتی ہوئی اس لحاظ سے سیدہ کی عمر رخصتی کے وقت انیس ۱۹ سال کی تھی۔

ہجرت کے سال حضرت اسما کی عمر ستائیس سال تھی اس پر یہ دلیل ہے:

"كانت اسن من عائشة وهى اختها من ابيها.. ولدت قبل التاريخ لسبع وعشرين سنة "۔

ترجمہ: سیدہ اسما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ عمر کی تھیں۔ باپ کی طرف سے بہن تھیں۔ہجرت ۲۷ سال قبل پیدا ہوئیں۔(۲)

مزید یہ دلیل بھی ملاحظہ ہو:

"اسلمت قديما بمكة قال ابن اسحق بعد سبعة عشر نفسا .. بلغت اسماء مائة سنة ولدت قبل الهجرة لسبع وعشرين سنة ۔

ترجمہ: سیدہ اسما رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئیں۔ ابن اسحاق نے کہا سترہ انسانوں کے بعد، سو سال عمر پائی، ہجرت سے ۲۷ سال پہلے پیدا ہوئیں۔(۳)

۱۔البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۴۶ مطبع دار الفکر، بیروت

۲۔اسد الغابة فی معرفة الصحابة ج ۵ ص ۳۹۲

۳۔الاصابة فی تمیز الصحابة ج ۴ ص ۲۳۰، دار الفکر بیروت، سیر ※ ابن شام ج ۱ ص ۲۷۱ دار الفکر بیروت

چاروں اقوال کا تجزیہ:

قول اول ہی راجح، مستند اور مقبول ہے۔

دوسرے قول میں سات سال کی عمر کی روایت میں راوی سے شک ہوگیا ہے؛ چنانچہ ابوداود میں صراحت ہے:

عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة قالت: تزوجني رسول اللهوأنابنت سبع، قال سليمان: أو ست، ودخل بي وأنابنت تسع۔ (۱)

اس روایت میں سات سال کو جزم اور چھ سال کو شک کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ نکاح چھٹے سال کے اخیر اور ساتویں سال کے آغاز میں ہوا ہو۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس راوی سے سات سال کی روایت ہے اسی سے چھ کی بھی روایت ہے، چنانچہ حضرت وھیب نے بخاری، حدیث نمبر: ۵۱۳۴ اور عبدہ بن سلیمان نے مسلم، باب **تزويج الأب البكر الصغيرة**، حدیث نمبر: ۱۴۲۲ میں حضرت ہشام بواسطہ عروہ چھ سال کی روایت نقل کی ہے؛ اس لیے چھ سال والی روایت ہی کو ترجیح دی جائے گی، کیوں کہ اکثر حضرات نے چھ ہی سال کی روایت کی ہے۔

تیسرے قول میں "**تزوج**" سے مراد "رخصتی" ہے، کیوں کہ آگے خود راوی نے وضاحت کردی ہے کہ حضور کی وفات کے وقت حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

چوتھے قول کے تعلق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ قول اس لیے غیر مقبول ہے کہ اس کی بنیاد تاریخ وسیرت کی کتابوں پر ہے، لہٰذا اس کے مقابلے میں اس روایت کو ترجیح دی جائے گی جو کتب حدیث، شروح حدیث کے ساتھ دوسری کتب تاریخ وسیر سے بھی ثابت ہے۔

علاوہ ازیں ان امور پر بھی غور فرمائیں:

۱- اگر معترضین سے مرعوب ہوکر ہم حدیث کی کتابوں بشمول بخاری ومسلم میں غلطی یا تحریف تسلیم کرلیں تو پورا ذخیرہ احادیث مشکوک ہوجائے گا، اس طرح حدیث کے درجہ اعتماد واستناد پر حرف آئے گا۔

۱۔ سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی تزویج الصغار، ص ۲۸۹، مکتبہ تھانوی دیوبند

۲۔حدیث رسول اصول اربعہ (کتاب،سنت،اجماع اور قیاس) میں دوسرے درجے کی حجت ہے،اگرہم یہ مان لیں کہ روایت حدیث میں اتنی بڑی غلطی ہوسکتی ہے کہ ''ست عشرۃ'' کی جگہ ''ست'' اور ''تسع عشرۃ'' کی جگہ ''تسع'' نقل ہوگیا ہے تب تو پھر کسی بھی حدیث میں اس طرح کی غلطی کا احتمال دکھا کر کوئی بھی حدیث کی حجیت کو چیلنج کرسکتا ہے۔

۳۔نقل میں غلطی ایک دو بار ایک دو جگہوں پر ممکن ہے، چھ اور نو والی روایت تقریبا تواتر معنوی کے درجے میں ہے، پھر اتنی ساری روایتوں میں اسی غلطی کا اعادہ کیوں کر ممکن ہے؟۔

۴۔وہ صحابہ کرام،تابعین عظام اور رواۃ حدیث جو الفاظ حدیث میں اپنی طرف سے تقدیم وتاخیر بھی گوارا نہیں فرماتے ان کی ذات سے کیسے ممکن ہے کہ اس طرح کی غلطی کرسکتے ہیں؟۔

۵۔ماقبل کی تفصیل سے ثابت ہوگیا کہ کم سنی میں نکاح ہر سماج اور مذہب میں بلانکیر رائج ہے، یہ کوئی عیب کی بات نہیں،خصوصا عرب سماج میں،تو پھر ہمیں دفاعی صورت اختیار کرکے صحیح احادیث کو رد کرنے کی ضرورت کیا ہے؟۔

٭٭٭

مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر ممبئی

Muballigh-E-Islam Reserch Center
Mumbai- India